بچوں کا اسلام

1097

اتوار

9 صفر المظفر 1445ھ

مطابق 27-اگست 2023ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

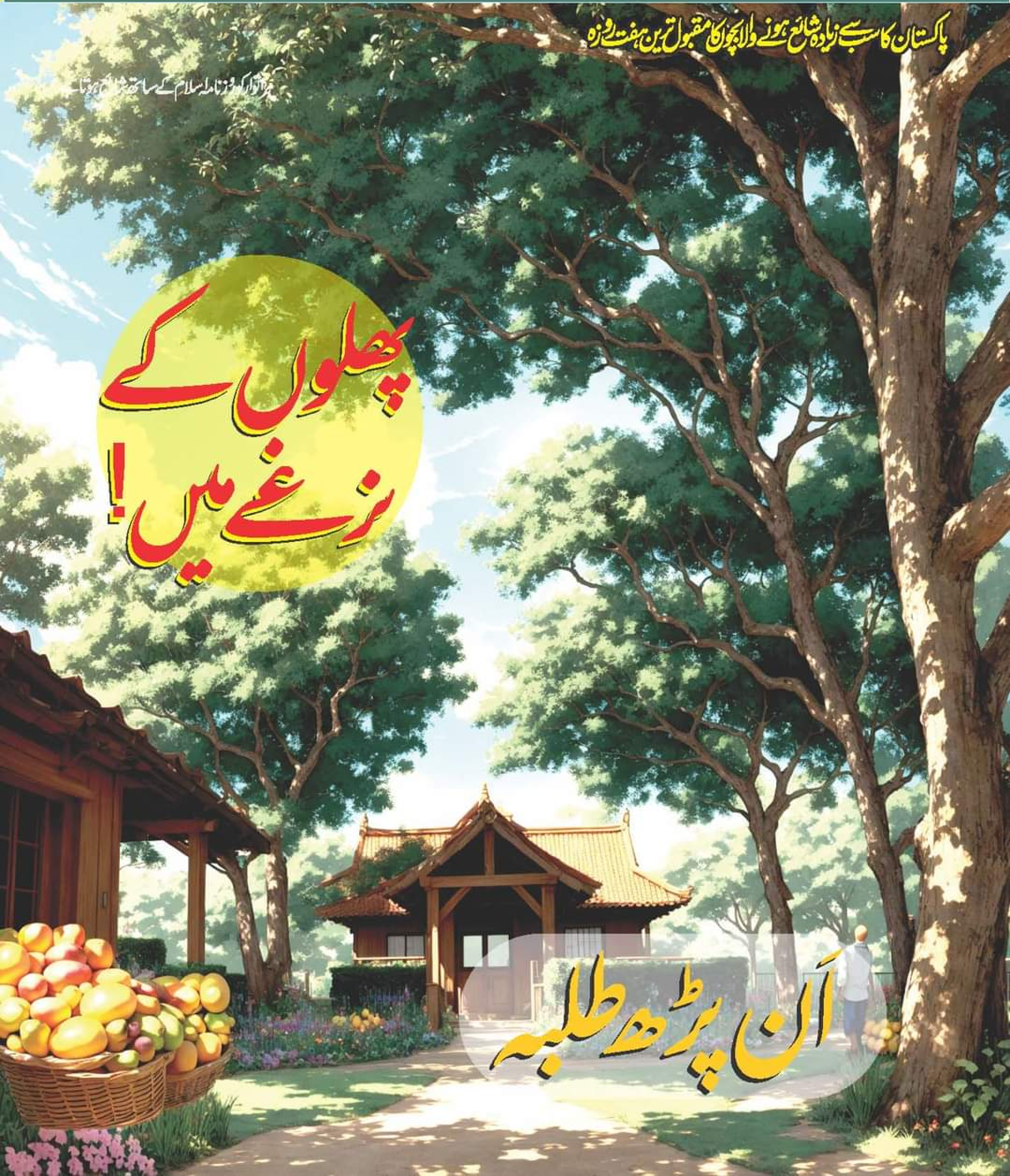

پھلوں کے نرغے میں!

اَن پڑھ طلبہ

القرآن

یتیم کو دھکے دینے والا!

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے، سو وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

(سورۃ الماعون: آیت 1 تا 3)

الحدیث

یتیم کی کفالت کرنے والے کا مرتبہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے برابر اسے نیکی ملے گی اور جس نے یتیم کی کفالت کی تو میں محمد اور وہ کفالت کرنے والا شخص جنت میں ایسے ساتھ ہوں گے۔'' (جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں) (رواہ احمد)

دستک

کیا یہ خیر خواہی ہے!؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ایک تحریر پڑھی کہ:

''مسجدوں کے باہر عصر تا مغرب یا پھر جمعے کی نماز میں مسکین طالب علم چند ٹوپیاں، مسواک، تسبیحات اور عطر کی کچھ شیشیاں رکھے آپ کو اکثر نظر آتے ہوں گے۔

یہ اپنے اسباق سے فارغ اِن اوقات میں اس طرح اضافی محنت کر کے کچھ رزق تلاش کرتے ہیں۔ خدارا! اُن سے اِن اشیاء کا بھاؤ تاؤ مت کیا کریں۔ یہ اگر کسی چیز کی قیمت دس روپے بتائیں تو آپ اسے بیس روپے میں خرید لیں۔ یہ صدقہ جاریہ اوران کے ساتھ مواسات کا بہترین ذریعہ ہوگا۔''

ہم نے ادب سے عرض کیا کہ:

بھائی! ہم تو بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اپنے اِن چھوٹے بھائیوں اور بچوں سے بلاضرورت بھی خریداری کر لیا کریں، دوسروں کو بھی اُن سے خریداری کی ترغیب دیں، (لیکن انھیں ہرگز اِس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ آپ صرف اُن کی مدد کے خیال سے بلاضرورت خریداری کر رہے ہیں)

بے شک اُن سے بھاؤ تاؤ بھی کم کریں، (مگر تھوڑا بہت ضرور کریں، تاکہ انھیں تجارت کرنا آئے اور یہ بھی لگے کہ ہاں ہم نے محنت کر کے کمائی کی ہے)

لیکن دس کی بجائے بیس روپے تو ہرگز نہ دیں، بلکہ آپ کے جو کھلے پیسے بچتے ہیں، وہ بھی اُن سے ضرور لیں۔

یہی نہیں، اگر قیمت کے حساب سے چیز گھٹیا ہے تو انھیں اعلیٰ معیار کی چیزیں فروخت کرنے کی ترغیب دیں اور اگر اُن کے برابر کوئی اور طالب علم بھی اسٹال لگائے ہوئے ہے اور اس کے پاس وہ چیز زیادہ اچھی ہے تو پہلے سے چھوڑ کر اس سے وہ چیز لیں، تاکہ ہمارے یہ بچے تجارت کے اصول سیکھ سکیں۔

ہاں یہ سارا معاملہ نہایت خوش اخلاقی سے کریں۔ آتے جاتے انھیں سلام کیجیے۔ چہرے پر آپ کے مسکراہٹ ہو، ان کی محنت کی زبردست تعریف ہو، کبھی کبھار گزرتے ہوئے انھیں چائے پلائیں تو کبھی اُن سے پیسے بھی۔

مگر یہ زیادہ پیسے دینا، بھاؤ تاؤ نہ کرنا، گھٹیا چیز بھی بنا کچھ کہے لے لینا اور بلاضرورت اس طرح خریداری کرنا کہ انھیں احساس ہو جائے کہ اُن کی مدد کی نیت سے خریداری کی جا رہی ہے، یہ بہت نامناسب کام ہیں۔

اِس سے پھر وہ خوشامدی، دوسروں پر انحصار کرنے والے تو بنیں گے لیکن خودداری، خود انحصاری کبھی نہ سیکھ سکیں گے، بلکہ بہت جلد اپنی عزتِ نفس بھی خود اپنے ہی ہاتھوں کچل دیں گے۔

اور پھر کچھ ہی دن گزریں گے کہ تجارت اُن کا مقصود ہی نہ رہے گی، بلکہ تجارت کے پردے میں اللہ حفاظت فرمائے 'بھیک' مقصود ہو جائے گی۔

جیسا کہ شاپنگ مالوں اور ریسٹورنٹ وغیرہ کے باہر لڑکے بالے قلم، کاپیاں بیچنے کے پردے میں زبردستی لوگوں سے چمٹتے نظر آتے ہیں۔ دس روپے کا قلم پچاس روپے اور بیس روپے کی اسکیچ بک سو روپے قیمت بتانے والے اِن بھکاریوں کا مقصد آپ کیا سمجھتے ہیں، تجارت اور اپنی چیز بیچنا ہوتا ہے؟

جس سے آپ متاثر ہو جاتے ہیں کہ محنت کر کے کما رہا ہے......!

جی نہیں، اُن کا اوّل آخر مقصد ایک نئے طریقے سے بھیک مانگنا ہی ہوتا ہے، (جو اگرچہ اب اتنا بھی نیا نہیں رہا) ہم تو اگر بہت زیادہ کوئی چمٹے تو ضرورت نہ ہونے کے باوجود پھر اُن سے بھاؤ تاؤ کرتے ہیں اور پل میں ''تاجر میاں'' کے تیور بدل جاتے ہیں۔

قصہ مختصر: طلبہ اور غریب دکاندار سے چیز ضرور لیں، بلاضرورت بھی لیں، مگر دکھاوے کے لیے سہی بھاؤ تاؤ بھی ضرور کریں۔ نیز جو پیسے باقی بچیں، وہ بھی ضرور لیں، ورنہ آپ مدد کے نام پر دراصل اِن بچوں پر ظلم کریں گے۔ یہ بات اُن کے مستقبل کے لیے بہت نامناسب بات ہوگی،

پھر ساری عمر وہ اپنے چہرے پر مظلومیت سجا کر آپ کے چہرے ہی تکا کریں گے!

غور کرنے پر ان شاء اللہ تعالیٰ اور بھی بہت سارے مضمرات سمجھ میں آجائیں گے۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

بچوں کا اسلام

مُختصر پُراثر

ہمسائیگی:

ایک بزرگ چوہوں کے ہاتھوں بڑے پریشان تھے۔

دوستوں سے مشورہ کیا۔

کسی نے بتایا آسان علاج یہ ہے کہ ایک بلی پال لیں، چوہے بھاگ جائیں گے۔

آپ نے فرمایا علاج تو موثر ہے لیکن چوہے بھاگ کر پڑوسیوں کے گھر چلے جائیں گے اور انھیں ناحق تکلیف ہوگی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسی کے بہت سارے حقوق بیان کیے ہیں، لہٰذا میں خود تکلیف برداشت کرلوں گا، مگر پڑوسیوں کو پریشان نہیں کرسکتا......!

(حافظ محمد عثمان علی۔ للیانی سرگودھا)

ڈیوٹی:

ہمارے شیخ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ جنھوں نے پینتالیس برس تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیم دی۔ اُن کی بیوی فوت ہوگئیں تو عصر کے وقت تدفین ہوئی۔ مولانا مغرب کے بعد شمائل شریف کا درس دیتے تھے۔ کتاب بغل میں لی اور درس گاہ میں پہنچ گئے۔ لوگوں نے بہت کہا کہ آج چھٹی کرلیں حتیٰ کہ منت خوشامد بھی کی مگر آپ نے فرمایا میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کروں گا۔ حدیث کی تعلیم سے بڑھ کر کون سا کام ہوسکتا ہے۔

الٰہی:

الٰہی! کیا آپ ایسے چہرے کو آگ میں جلائیں گے جو آپ کو سجدہ کرنے والا ہے، ایسی زبان کو جلائیں گے جس پر آپ کا ورد جاری رہتا ہے، ایسے دل کو جلائیں گے جو آپ کی پہچان رکھتا ہے؟! الٰہی! جب سارے حیلے اور تدبیریں تنگ پڑ جاتی ہیں تو آپ ہی تو ہماری پناہ گاہ ہیں، اور جب ساری امیدیں ٹوٹ جاتیں ہیں تو آپ ہی تو ہماری آس ہیں، آپ کے ذکر سے تو ہم لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں، آپ کی جود وسخا کے محتاج ہیں اور اس کی التجا کرتے ہیں، ہمارا فخر بھی آپ ہیں اور ہمارے فقر ومحتاجی کا مرجع بھی آپ ہی ہیں۔

(ترجمہ: بلال خالد)

رزق میں برکت:

اپنے رزق میں برکت پیدا کرنی ہو تو ذرا غور فرمائیے۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد رزق تقسیم ہوتا ہے اور دن کے آخر میں اعمال، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتے ہیں لہٰذا جو شخص ان اوقات میں اطاعت کرتا ہے، یعنی فجر اور عصر کی نماز کی پابندی کرتا ہے۔ اس کے رزق اور عمل میں برکت ڈال دی جاتی ہے لہٰذا نماز فجر قضا کرنے والے مسلمان اپنی حالت پر خود ہی غور کریں کہ رزق میں بے برکتی کا سبب تو خود انہی کے اعمال کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔ اگر وہ نماز فجر کی پابندی کریں تو اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا حکم بھی پورا ہوگا اور کبھی بھی بے برکتی بھی نہ ہوگی۔

(نعمان علی خان۔ مچھن آباد)

فراخیٔ رزق کا ایک مجرب عمل:

ہمارے دورۂ حدیث سے فراغت کے وقت حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم نے طلبہ دورۂ حدیث کو جو قیمتی نصیحتیں لکھ کر دی تھیں، ان میں ایک یہ بھی شامل تھی:

فجر کی نماز کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ شوریٰ کی آیت:

اللہ لطیف بعبادہٖ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز۔

ستر مرتبہ پڑھ لیا کیجیے۔

یہ عمل فراخیٔ رزق میں نہایت مجرب اور حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تلقین کیا ہوا ہے۔ اِس سے نفع اٹھانا چاہیے۔

(ابو معاذ راشد حسین۔ کراچی)

قربِ الٰہی کی لذت سے آشنا ہوکر:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب طریق الہجرتین میں لکھتے ہیں کہ جو شخص قرب الٰہی کی لذت سے آشنا ہوکر اس سے منحرف ہوجاتا ہے، یعنی دین کے قریب ہوکر پھر دین سے دور ہوجاتا ہے تو دنیا میں اس کی باقی زندگی عذاب میں گزرتی ہے۔ اسے نہ جاہلوں کی سی معمولی راحت ملتی ہے، اور نہ عارفوں کی سی بے انتہا لذت نصیب ہوتی ہے۔ یعنی دین کی سمجھ بوجھ رکھنے کے باوجود بھی دین پر عمل نہ کرنے سے وہ چین سکون سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(سمیع اللہ۔ پیپلاں)

☆☆☆

تین چیزیں:

تین چیزیں ہر کسی کو ملتی ہے:

خوشی، غم، موت۔

تین چیزوں کو اپنانا چاہیے:

ایمان، صبر، رزق حلال۔

تین چیزوں کو عزیز رکھنا چاہیے:

ایمان، سچائی، نیکی۔

تین چیزیں غم میں مبتلا کرتی ہے:

وہم، حسد، مفلسی۔

(بنت ملک اشرف۔ گڑھا موڑ)

☆☆☆

خط کتابت کا پتہ: دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد کراچی
bkislam4u@gmail.com
021 366 099 83

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1500 روپے بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے دو میگزین 25000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

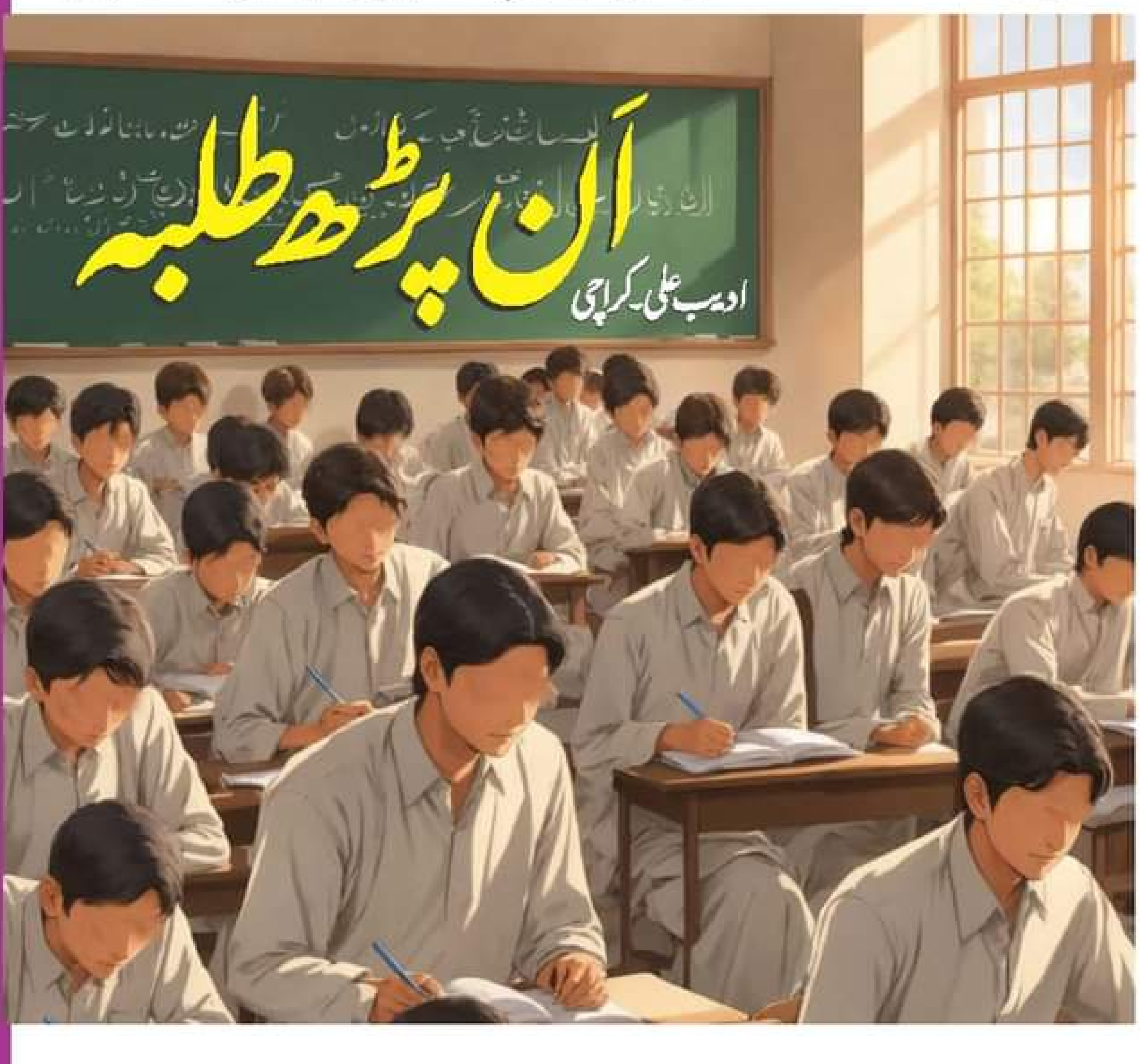

’’سب کاغذ قلم نکال لیں۔‘‘ مانیٹر کی آواز آئی۔

میں نے اپنے مخصوص اور خوبصورت پرچے نکال لیے۔

ابا نے مجھے خوبصورت لکیریں لگانا سکھائی تھیں۔ یہ کل آٹھ صفحات تھے۔ امی کی نگرانی میں، میں نے اُن پر لکیریں کھینچی تھیں۔

میں نے سر گھما کر دوسروں لڑکوں کو دیکھا کہ وہ سب ابھی لکیریں لگا رہے تھے۔

آج سر انور کا ٹیسٹ تھا۔ سر انور ہمارے اردو کے استاد تھے۔ ان کے پڑھانے کا انداز بہت ہی مزیدار ہوتا تھا۔ کلاس میں ٹیسٹوں میں مقابلہ ہوتا تھا۔ آج بھی ان کا ٹیسٹ تھا۔

ہفتے میں ایک بار یہ ٹیسٹ ہوتا تھا کہ پچھلے ایک ہفتے میں جو چیزیں طلبہ کو سکھائی گئی ہوتیں، انھیں میں سے کسی ایک مضمون پر سر انور ہمیں عنوان بتاتے، جس پر ہم سب مضمون لکھتے۔ اگلے دن ٹیسٹ کی خامیاں اور خوبیاں بتائی جاتیں، اور تیسرے دن فیصلہ کیا جاتا کہ کس کا مضمون پہلے نمبر پر آیا ہے۔

اس ہفتے کے سنسنی خیز ٹیسٹ کی ابتدا آج ہوئی تھی۔

میں یہ سوچ رہا تھا کہ سر انور لاٹھی ٹیکتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

کمرۂ جماعت میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔

’’سب تیار ہیں؟‘‘ سلام و حاضری کے بعد سر انور کی آواز گونجی۔

’’یس سر۔‘‘ سب نے ایک آواز میں کہا

سر انور اپنے مخصوص انداز میں بورڈ کے قریب آئے اور ایک عنوان لکھ دیا:

’’اگر میں ملک کا وزیر اعظم ہوتا تو......!‘‘

یہ عجیب سا عنوان دیکھ کر سب پریشان ہو گئے۔ میرا بھی یہی حال تھا۔

’’کاش سر یہ عنوان سامنے رکھ کر ساری پڑھائی کرواتے۔‘‘ ایک بولا۔

’’یعنی پھر تم ہر چیز کو وزیر اعظم کی نظر سے دیکھتے؟‘‘ کسی نے فقرہ اچھالا۔

’’کوئی بات نہیں، ابھی وزیر اعظم بن کر سوچ لو۔‘‘

’’وزیر اعظم کو سوچنے کی فرصت کہاں ہوتی ہے؟‘‘ ایک اور ہنستی ہوئی آواز آئی۔

اسی وقت سر انور نے ہنکارا بھرا تو کمرۂ جماعت میں سناٹا چھا گیا۔

میں نے کچھ دیر سوچا پھر اپوزیشن، سینٹ، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، ڈویژنل مسائل، ملکی صورت حال، قدرتی آفات وغیرہ وغیرہ سب باتیں لکھتے ہوئے ان مسائل سے پنجہ آزمائی کی تراکیب اور مشورے لکھنا شروع کر دیے۔

میرے گھر کا ماحول ایسا تھا کہ روزانہ گھر کے بڑے بیٹھ کر ملکی حوالے سے چند منٹ بات کیا کرتے تھے۔ دین اسلام کے حوالے سے ان مسائل کا حل کیا ہے، اور ملکی معیشت کس طرف جا رہی ہے! ان موضوعات پر کافی باتیں ہوتی تھیں۔ اسی بات نے آج میری بہت مدد کی تھی، اسی لیے ایک گھنٹے میں، میں آٹھ صفحات کا مضمون لکھ چکا تھا۔

دو دن بعد میرے اِس مضمون کو سر انور نے کلاس میں اول نمبر کا حق دار قرار دیا۔ سر نے میرے مطالعے اور تجزیے کی بہت تعریف کی تھی، لیکن اصل تعریف ہیڈ ماسٹر صاحب نے کی، کیونکہ اس کے ساتھ مجھے انعام کی بھاری رقم یعنی ۵۰۰ روپے بھی ملے تھے۔

☆......☆

اس بات کے ایک پورے ایک عشرے کے بعد میں نے اپنے کاروبار کے ساتھ اپنے پرانے شوق کو اپنانے کی ابتدا کی۔ میرا پرانا شوق پڑھنا پڑھانا ہے۔ گیارھویں جماعت کے طلبہ کو میں نے ایک ہفتہ پڑھایا۔ اس کے بعد مضمون کا عنوان دیا تو سب طلبہ مجھے ہنستے ہوئے ایسے دیکھا، جیسے میں ان کا استاد نہیں، ہم عمر دوست ہوں۔

میں نے سختی سے انھیں ٹیسٹ دینے کو کہا تو وہ منہ بنا کر لکھنے کی مصروف ہو گئے۔

آدھے گھنٹہ بعد سب لوگ پیپر جمع کروا چکے تھے۔

ان مضامین کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

☆......اگر میں وزیر اعظم ہوتا تو سب سے پہلے آپ جیسے استادوں کو معطل کرتا، جو سرکاری کالجوں کے نام پر نوٹ چھاپ رہے ہیں۔

☆......اگر میں وزیر اعظم ہوتا تو سارے استادوں کو پاگل خانے میں بند کروا دیتا اور ساری فوج کو پہرے میں لگا دیتا کہ چھوٹنے نہ پائیں۔

☆......اگر میں وزیر اعظم ہوتی تو عورتوں کی آزادی کے لیے قوانین بنواتی۔

کچھ بچوں نے سنجیدہ رہ کر مضمون لکھنے کی بھی کوشش کی تھی، مگر جو کچھ میں نے پڑھایا تھا وہ کسی نے نہیں لکھا تھا۔

مجھے شدید غصہ آیا، لیکن پھر اپنے استاد کا ایک بار کہا گیا جملہ میرے کانوں میں گونجا:

سنہرے ارشادات

مسلمانو! ہماری یاد میں لگے رہو، تاکہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر خیر ہوتا رہے اور ہمارا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔ (ارشاد باری تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے۔ (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تو دنیا کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا تجھے اپنے میں سے نکالنے میں مصروف ہے۔
(ارشاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ رزق کی تلاش میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے اللہ مجھے رزق دے، کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں برستا۔
(ارشاد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تعجب ہے اس پر جو اللہ تعالیٰ کو حق جانتا ہے اور پھر غیروں کا ذکر کرتا ہے اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔ (ارشاد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

گناہوں پہ شرمندہ ہونا، ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر غرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔
(ارشاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"سلجھے ہوئے بچوں کا پڑھانا تو کوئی مشکل کام نہیں، بگڑے ہوئے بچوں کو تعلیم کے قابل بنانا اصل کمال ہے۔"

یہ بات یاد آنا تھی کہ میں نے اپنے غصے پر قابو کرلیا۔ اگلے روز میں نے ایک نئے عزم سے کام شروع کیا، کیونکہ استاد معاشرے کا سب سے تحمل والا انسان ہوتا ہے، جو اتنی محنت اور خوبصورتی سے بورڈ بھرتا ہے اور اس کے بعد اپنے ہی ہاتھوں سے اسے مٹا دیتا ہے۔

"پیارے طلبہ! مضمون اس طرح نہیں لکھا جاتا۔"

"سر ایک بات کرلوں؟" ایک سلجھا ہوا لڑکا کھڑا ہوا

"سوال بات مکمل ہونے کے بعد کیا جاتا ہے، لیکن خیر آپ پوچھیں۔"

"سر! آپ ہمیں کیمسٹری پڑھانے آئے ہیں یا فلسفی بنانے۔"

اس کی بات پر کمرے میں سب کے قہقہے بلند ہونے لگے۔

مجھے شدید غصہ آیا اور میں کلاس سے نکل گیا مگر کوئی بچہ مجھ سے معافی مانگنے نہیں آیا۔

ایک ہفتے بعد ایک بار پھر میں ایک نیا عزم لے کر گیا۔ اپنا مضمون شروع کیا تو تھوڑی دیر بعد ایک پرچی آئی۔ "سر آپ کو پڑھانے کا ہیضہ ہے کیا؟"

میں نے اونچی آواز میں پرچی پڑھی اور ساتھ ہی بڑے تحمل سے کہا:

"نہیں میرے بچو! مجھے پڑھانے کا کینسر ہے۔"

"اف......سر......کینسر کا مریض تو چند دن کا مہمان ہوتا ہے۔"

ابھی ایک لڑکے کی بات پوری ہی ہوئی تھی کہ ایک اور آواز آئی:

"سر! جلدی سے اپنا آخری اسٹیج پورا کریں، ہم نے آج تک اپنے کسی استاد کا جنازہ نہیں پڑھا۔"

میں غصے سے کھول اٹھا۔ میں اتنی بھی ڈھیٹ مٹی سے نہیں بنا تھا۔

"سرجی! غصہ کیوں ہو رہے ہو، 'مار نہیں پیار' اسکول کے باہر پڑھا نہیں آپ نے؟"

مجھے ان سے اس قدر بدتمیزی کی امید نہیں تھی۔

میں اٹھا اور کالج پرنسپل صاحب کے پاس آیا تو ان کے پاس آکر حیرت اور صدمے سے برا حال ہوگیا۔

پرنسپل صاحب استادوں کے ساتھ ہنس ہنس کر اس استاد کی غیبت میں مصروف تھے، جو آج نہیں آیا تھا۔

میں غصے میں سب کہہ گیا۔

انھوں نے مسکرا کر میری بات سنی اور پھر ایک قہقہہ لگایا۔

"کامران صاحب! آپ نئے ہیں، شاید اسی لیے جذباتی ہو رہے ہیں، یہاں سرکاری اداروں میں یہی کچھ ہوتا ہے۔"

"سر! یہ نوجوان ہمارے معمار ہیں، میں ان کو ضائع نہیں ہونے دوں گا۔"

میں جذبات کی شدت سے روہانسا ہوگیا۔

"میاں! اپنے جذبے کی پیاس کسی کوچنگ اور ٹیوشن سینٹر میں پڑھا کر بجھا لو، یہاں اگر آپ اس سے آگے بڑھ گئے تو دھمکیاں ملیں گی۔"

میں بغیر کچھ کہے وہاں سے نکل گیا۔

علم پھیلانا میرا جذبہ تھا اور ہے۔ میں نے طلبہ میں یہ شعور بیدار کرنے کی کوشش کی مگر مجھے پھر وقتاً فوقتاً دھمکیاں ملنا شروع ہوگئیں۔ خالی پیپر دیے جاتے اور دھمکیاں دی جاتی کہ پاس کروں یا اتنے اتنے نمبر دوں، ورنہ نتیجہ بھگتنے کے لیے تیار رہوں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ آج کوچنگ سینٹر اور ٹیوشن سینٹر آباد ہیں اور سرکاری اسکول یا تو خالی ہو چکے ہیں یا تعلیم سے خالی سے ہیں اور وہ اَن پڑھ ڈگری ہولڈر پیدا کر رہے ہیں۔

میری رائے میں مگر یہ طلبہ بہت کم قصوروار ہیں، اصل قصوروار ان کے والدین اور وہ استاد ہیں جن کے کاندھوں پر انھیں انسان بنانے کی ذمے داری تھی۔

مجھے آج اپنے تمام شفیق اساتذہ اور خاص طور پر سر انور بہت یاد آ رہے ہیں۔ وہ جہاں ہوں، اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے، آمین!

☆☆☆

سنت اور بدعت میں فرق

بدعت اور سنت کے درمیان فرق یہ ہے کہ سنت باعث اجر و ثواب ہے اور بدعت کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! اگر ہم نے تیجہ کرلیا، دسواں کرلیا، چالیسواں کرلیا تو ہم نے کون سا گناہ کرلیا؟ بلکہ یہ ہوا کہ لوگ جمع ہوئے انھوں نے قرآن شریف پڑھا اور قرآن شریف پڑھنا تو بڑی عبادت کی بات ہے اور اس میں کیا خرابی کی بات ہوئی؟ ارے بھائی اُس میں خرابی یہ ہوئی کہ قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں پڑھا۔ قرآن شریف پڑھنا اِس وقت باعث اجر و ثواب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو، اگر اس کے خلاف ہو تو اس میں کوئی اجر و ثواب نہیں۔

[حوالہ: اصلاحی خطبات از حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ]

(انتخاب: حافظ حسان ریاض۔ اڈا پلی مراد چشتیاں)

اُن کے کوچے میں

10

محمد فضیل فاروق

آپ میری خوش قسمتی دیکھیے کہ مجھے اندر ائمہ کرام کے لیے مختص کیے گئے حجرے میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں شیخ حذیفی بھی تشریف فرما تھے۔ اُدھر سوڈان کے علماء کا کوئی وفد بھی آیا ہوا تھا، لہٰذا ان کے اکرام میں جو پودینہ کا خاص قہوہ لایا گیا تھا وہ مجھے بھی نوش کرنے کی سعادت مل گئی۔ مسجد نبوی کے سب سے سینئر امام صاحب کی میزبانی یقیناً کسی سعادت سے کم نہیں ہے۔ میں تو ان بڑے حضرات کے درمیان بالکل گونگا بہرا بنا سمٹ کر بیٹھا ہوا تھا، ایسے میں ایک شخص نے شیخ حذیفہ کی اپنے موبائل سے تصویر کھینچی، جیسے ہی موبائل کا فلیش چمکا، شیخ کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی۔

وہ غصے سے بولے: ''لاتصوّر، لاتصوّر۔'' (تصویر مت کھینچو)

پھر ایک شخص کی طرف پلٹ کر دیکھا، وہ لپک کر تصویر کھینچنے والے شخص کے پاس آیا تو اُس نے بھی فوراً تصویر ڈیلیٹ کردی، پھر شیخ صاحب نے دوبارہ اسے مخاطب کرکے کہا کہ کیوں فضول میں تصویریں کھینچتے ہو!؟

میں نے پہلے سے سن رکھا تھا کہ شیخ صاحب اپنی تصویر کھینچنے والوں کو شدید ملامت کرتے ہیں، آج اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا۔ تھوڑی دیر میں مجلس برخاست ہوگئی۔

میں واپس باہر آگیا، آج مجھے اپنی قسمت پر یقین نہیں آرہا تھا، مگر شاید میری آئمہ سے ملاقات کی بار بار مانگی گئی دعا کے ظہور کا آج اللہ پاک نے فیصلہ فرمالیا تھا۔

فالحمدللہ وماتوفیقی الا باللہ!

شیخ احمد طالب صاحب نے پورے صفحے کی نصیحتیں فرمائی تھیں جو مکمل قرآن وحدیث سے تھیں۔ الحمدللہ! شیخ کو ایک چھوٹا سا ہدیہ پیش کرنے کا موقع بھی ملا۔

خیر! ابھی میں شیخ قاسم صاحب کے پاس دو سوالات لے کر جارہا تھا، جو کافی عرصے سے ذہن میں کھلبلا رہے تھے۔

مجھے الحمدللہ توقع کے مطابق وہ تیز تیز قدم اٹھاتے پارکنگ کی طرف بڑھتے نظر آگئے۔ ان کے پیچھے ایک سادہ لباس والا میں نے دیکھ لیا تھا۔ میں نے جاکر مصافحہ کیا اور چلتے چلتے ہی اپنا سوال رکھ دیا: ''شیخ! وہ جو چبوترا روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بنا ہوا ہے، کیا وہی اصحاب صفہ کا چبوترا ہے یا یہ غلط مشہور ہے!؟''

شیخ صاحب نے چلتے چلتے ایک معنی خیز نگاہ میرے چہرے پر ڈالی اور فرمایا:

''صفہ؟''

میں نے کہا: ''نعم۔''

وہ بولے: ''لا!''

میرا شک درست نکلا، مجھے کچھ باوثوق لوگوں نے بتایا تھا کہ وہ چبوترا اصل نہیں، دراصل اس کی کوئی اور تاریخ ہے جو ماضیِ قریب میں عثمانی دور سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نے فوراً پوچھا: ''تو پھر کہاں ہے!؟''

''ھو فی المسجد۔'' (وہ تو مسجد میں ہے)

عجیب جواب تھا، ظاہر ہے ابھی جو چبوترا ہے وہ بھی مسجد کے اندر ہی ہے، اس جواب کی تشریح پوچھنا چاہتا تھا، مگر اتنے میں پیچھے آتے سادہ لباس والے شخص نے مجھے کندھے سے ذرا ہلایا، اشارہ تھا کہ جناب آپ بہت بے تکلف ہوگئے ہیں، انگلی کیا پکڑائی آپ تو شیخ صاحب ہی کو پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں، سو ہمیں چاروناچار اُن سے سلام کرکے الگ ہونا پڑا۔

مجھے تقریباً ڈھائی سال کا عرصہ لگا ان کے اس عجیب جواب کو سمجھنے میں اور الحمدللہ اس بار کے سفر میں یہ معمہ حل ہوگیا۔

دراصل اُن کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ تو اس مسجد کی حدود میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں تھی، جب کہ آج جہاں چبوترا بنا ہوا ہے وہ تو اس وقت مسجد کا حصہ ہی نہیں تھا۔ وہ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے پیچھے کا حصہ ہی۔ جیسے ہی مجھے مسجد کی حدود کا علم ہوا تو یہ عقدہ ایک جھماکے سے ازخود حل ہوگیا۔

یہ ساری تفصیل ایسے پتا چلی کہ اِس بار ہم پر آثار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھوج لگانے کا شوق سوار ہوا تھا اور مختلف ذرائع سے الحمدللہ اتنا کچھ پتا چلا کہ اب اسے الگ سے ذکر کرنے کا ارادہ ہے۔

شیخ صاحب سے میں نے ایک اور سوال بھی کیا تھا، وہ یہ کہ کوئی غیر ملکی اگر مدینہ منورہ میں انتقال کرتا ہے تو کیا وہ بقیع ہی میں دفنایا جاتا ہے یا اسے کسی اور قبرستان میں دفنا دیتے ہیں!؟

ہم نے تو یہ سن رکھا ہے کہ اب مدینہ منورہ میں اور بھی کئی قبرستان بن گئے ہیں اور جگہ کی کمی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو وہاں دفنا دیا جاتا ہے۔

شیخ صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ بقیع ہی میں دفن ہوگا (ان شاء اللہ)۔

مرے نبی ﷺ کا!

حفیظ تائب

معصومیت کا ہالہ بچپن مرے نبی کا
پھولوں کی طرح اجلا بچپن مرے نبی کا
سب اچھی عادتوں سے پر نور اور مزین
سچائی کا حوالہ بچپن مرے نبی کا
آغوشِ آمنہ سے دن کی طرح ابھر کر
جگ کو سجانے والا بچپن مرے نبی کا
گھر حارث و حلیمہ کا برکتوں سے بھرتا
رعنائیوں کا جھرنا بچپن مرے نبی کا
شیما کی اور انیسہ کی چاہتوں کا مرکز
بادل محبتوں کا بچپن مرے نبی کا
بنتِ اسد کی دھڑکن، وہ جانِ ام ایمن
توقیر جد بڑھاتا بچپن مرے نبی کا

☆

(انتخاب: عبداللہ تنولی۔ کراچی)

اللہ ہم سب کو جنت البقیع میں تدفین ہونا نصیب فرمائے۔ بقیع کی بات نکل پڑی ہے تو ذرا تفصیل سے جنت البقیع کا ذکر ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من استطاع أن يموت بالمدينة فليمت، فإنه من مات بالمدينة كنت له شفيعاً و شهيداً."

"جو مدینہ میں مر سکتا ہو تو وہ (کوشش کرے کہ) یہیں مرے، کیوں کہ پھر میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے لیے گواہی دوں گا۔"

اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا مانگا کرتے تھے:

"اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد نبيك صلى الله عليه وآله وسلم."

"اے اللہ! آپ کے راستے میں شہادت اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں موت چاہتا ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت بقیع میں بکثرت جایا کرتے تھے، اہل بقیع کے لیے دعائیں فرماتے اور ان کو سلام کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری ان کے پاس ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصے میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے: 'اے ایمان رکھنے والی قوم کے گھرانو! تم پر اللہ کی سلامتی ہو، کل کے بارے میں تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا تھا، وہ تم تک پہنچ گیا۔ تم کو (قیامت) تک مہلت دے دی گئی اور ہم بھی، اگر اللہ نے چاہا، تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔' " (مسلم)

اس کے علاوہ حدیث شریف میں ہے: "میں پہلا وہ شخص ہوں گا جس سے زمین شق ہوگی، پھر ابوبکر، پھر عمر، (سے زمین شق ہوگی) پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے، پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ میرا حشر حرمین کے درمیان ہوگا۔" (ترمذی)

کیا یہی سعادت کافی نہ ہوگی کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں اٹھائے جائیں، ان کے ساتھ ہزاروں صحابہ، آپ کی ازواج مطہرات، بنات واہل بیت اطہار کے ساتھ ہم بھی اُن کی معیت میں ہوں گے۔

اُم قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا یہ قبرستان دیکھ رہی ہو!؟" (بقیع کی جانب اشارہ کر کے) "اس میں سے ستر ہزار ایسے لوگ اٹھائے جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر کسی حساب کتاب کے داخل کر دیے جائیں گے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک اور طویل حدیث میں ہے کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اُن کے لیے دعا کروں۔"

(جاری ہے)

انگورا خرگوش

ستونت کور

انگورا خرگوش بھاری فر والا ایک گول مٹول پالتو خرگوش ہے جسے اون کی پیداوار کے لیے پالا جاتا ہے۔

مقام:

اس خرگوش کا بنیادی تعلق ترکی سے ہے تاہم اسے پوری دنیا میں پالا جاتا ہے۔

وزن:

اس خرگوش کا وزن پانچ سے چھے کلو تک بڑھ سکتا ہے۔

خوراک:

انگورا خرگوش کو گھاس، خشک گھاس، تازہ سبزیاں، پھل اور ونڈا کھلا کر پالا جاتا ہے۔

عمر اور اون کی پیداوار:

ایک مرتبہ میں والدہ انگورا نو ننھے منے خرگوشوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ چھے ماہ کی عمر میں بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی اوسط عمر سات سے بارہ سال ہوتی ہے۔

انگورا خرگوش کی اون جسے (Angora Wool) کہا جاتا ہے انتہائی نفیس اور مہنگی ہوتی ہے۔

پچاس گرام انگورا اون کی قیمت دس سے سولہ امریکی ڈالر تک ہوتی ہے۔

جرمن بریڈ کا ایک انگورا خرگوش بارہ سو گرام اون سالانہ پیدا کر سکتا ہے۔

انگورے کی اون نہایت نفیس اور عمدہ معیار کی ہوتی ہے، اسے عام روزمرہ ملبوسات میں نہیں استعمال کیا جاتا بلکہ اعلیٰ فیشن لیبل برانڈڈ ملبوسات ہی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

انگورے کی اون اتارنے کے لیے قینچی کا استعمال کیا جاتا ہے۔

محض پانچ سے دس انگورے بھی گھر پر پالنا بھی اچھا خاصا منافع بخش کاروبار ہو سکتا ہے۔

گوشت:

انگورا خرگوش کا گوشت نرم، لذیذ اور انتہائی صحت بخش ہوتا ہے۔

حکومت پاکستان اور انگورا فارمنگ:

اگر آپ پاکستان میں انگورا خرگوش کی فارمنگ کرنا چاہتے ہوں تو حکومت کی گائیڈ لائنز اس ویب سائٹ ایڈریس پر پڑھ لیں۔

http://www.parc.gov.pk/.../131.../(animal-sciences-institute)

پھلوں کے نرغے میں!

بنتِ شکیل اختر

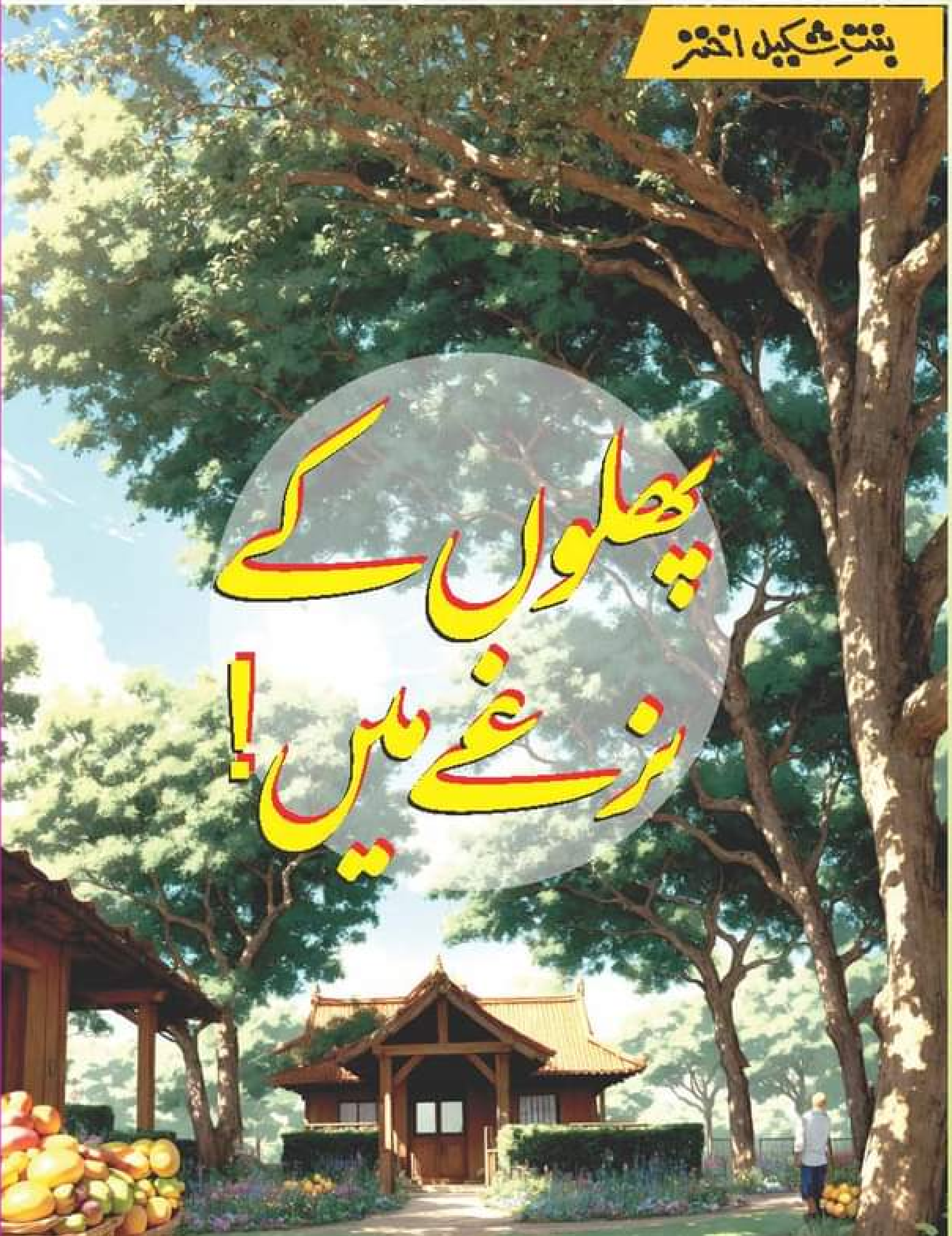

نام تو نجانے ان کا کیا تھا مگر مستقل سر کے بال صاف کیے رکھنے کی وجہ سے گنجو مشہور ہو گئے تھے۔ گنجو میاں کو پھلوں کا عاشق کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر انھیں ادھار لے کر بھی پھل کھانے پڑ جائیں تو بھی ضرور کھاتے تھے۔

گنجو میاں کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ بیٹیوں کے نام سارہ اور زارا، بیٹوں کے نام ٹکلو اور ٹنڈو تھے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں بیٹے بھی مستقل گنجا رہنے کی وجہ سے ٹکلو اور ٹنڈو مشہور ہو گئے تھے۔

ٹکلو کو اپنے بابا گنجو کی طرح پھل بہت پسند تھے۔ جب بھی گنجو صاحب پھل لاتے چھوٹا ٹکلو اُن پر ٹوٹ پڑتا۔ اپنا حصہ ختم کر کے بہن بھائیوں سے چھینا جھپٹی شروع کر دیتا۔ اس کی کوشش یہ ہوتی کہ سب پھل وہی کھالے، بہن بھائی اماں اور دادی جان بالکل نہ کھائیں۔

اپنے حصے میں سے ٹکلو کسی کو ایک دانہ بھی چکھا دے، اس کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ بہن بھائی ٹکلو کو اپنے حصے میں سے کھلائے بغیر بھی نہ کھا سکتے تھے۔ کبھی جو بہنیں یہ اعتراض کرتیں کہ تم تو ہمیں کھلاتے نہیں، ہم تمھیں کیوں کھلائیں؟

تو اس بات پر ٹکلو وہ ہنگامہ بپا کرتا کہ آس پاس کے سات گھروں کی عورتیں اماں کے پاس خیریت پوچھنے آجاتیں۔ تنگ آکر اماں نے سب بچوں سے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اپنے حصے میں سے ٹکلو کو پھل دے دیا کرو، لیکن ٹکلو میاں اب اس پر بھی راضی نہ ہوتے، انھیں تو گویا بہن بھائیوں کے سارے پھل چاہیے ہوتے۔ ان کی اس ناانصافی پر پھر اماں پھر ان کی خوب دھنائی کرتیں اور صدر دروازے کی کنڈی چڑھا کر بیٹھ جاتیں۔

کلو کے گلا پھاڑ کر رونے پڑوسنیں دہل کر دوڑی آتیں اور دروازے پیٹ پیٹ کر چلی جاتیں نہ دروازہ کھلتا نہ ٹکلو کا رونا بند ہوتا۔

سارے گھر والے اس صورت حال سے سخت پریشان تھے۔

انھی دنوں گنجو صاحب کو کسی نے ایک انوکھے باغ کا پتا بتایا، جہاں قسما قسم کے پھلوں کے درخت تھے اور مالی نہایت سستے نرخوں پر من چاہے پھل ٹوکریاں بھر کر دیتا ہے۔

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، گنجو صاحب نے جیسے ہی باغ جانے کا ارادہ ظاہر کیا، چاروں بچے بھی ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔

”نہیں بھئی میں باری باری تم لوگوں کو لے کر جا سکتا ہوں۔ اب فیصلہ کرلو سب سے پہلے کون جائے گا۔“

یہ سن کر سب کے منہ لٹک گئے اور ٹکلو کا چہرہ کھل گیا۔

ٹکلو کو معلوم تھا کہ اُس کی دلدوز چیخوں اور گھنٹوں تک باجے کی طرح رونے کے آگے کسی کی دال نہیں گلے گی۔ بہن بھائی بھی ’ٹکلو کا شو‘ دیکھنے کے موڈ میں نہ تھے سو خاموشی سے ٹکلو کو جانے دیا۔

وہ ایک وسیع وعریض باغ تھا، جہاں کچھ سائنس دان بھی کام کر رہے تھے۔ سائنسی تجربات کی روشنی میں اس باغ میں موسم کے پھل بھی تھے اور بے موسم کے بھی۔

گنجو صاحب درخت پر چڑھے اور ٹکلو نے آم کیچ کر کے ٹوکری میں رکھنے شروع کر دیے۔ انھوں نے تربوز، اسٹرابیری، آڑو، خوبانی، آلو بخارے اور انگوروں سے دو ٹوکریاں بھر لیں تو گنجو صاحب نے کہا:

”ٹکلو بیٹے! تم اِن ٹوکریوں کی حفاظت کرنا۔ میں کسی آدمی کو لاتا ہوں جو اِن دو بڑے ٹوکروں کو اٹھانے میں مدد کروا سکے۔“

یہ کہہ کر وہ درختوں میں غائب ہو گئے۔

ٹکلو نے سوچا نجانے ابا کب آئیں، کیوں نہ آگے چل کر دیکھا جائے۔ شاید امرود، مالٹے، کیلوں اور انار کے درخت وہاں ہوں تو وہ بھی ٹوکری میں لا کر ڈال دوں گا۔

چلتے چلتے واقعی ٹکلو صاحب ایک ایسی جگہ پر آ گئے جہاں زمین پر کچھ سائنسی آلات لگے ہوئے تھے۔ کوئی انسان تو نظر نہ آیا مگر بھری گرمی میں مالٹے، امرود، انار سے بھرے درخت دیکھ کر ان کی آنکھیں ضرور حیرت سے کھل گئیں۔

''آہ......ءء!'' اچانک ٹکلو زور سے چیخا۔

یہ ایک پکا ہوا اخروٹ تھا جو اُن کی ٹنڈ پر آ گرا تھا اور بہت زور سے لگا تھا۔

''ٹھک۔'' پھر ایک انار ان کی سفید قمیص پر گرا۔

ابھی ٹکلو صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ شڑ شڑ شڑ شڑ ٹھک ٹھکا ٹھک کی آواز سے بہت سارے پھل چاروں طرف سے ان پر برسنے لگے۔ ان کے گنجے سر پر بہت زور سے لگ رہی تھی۔ وہ زور زور سے چیخ رہے تھے۔ خوف سے کانپ رہے تھے، لیکن یوں لگتا تھا کہ جیسے ان کے پیر ایک جگہ جم گئے ہیں۔

ان کے چاروں طرف پھلوں کا انبار لگتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ ٹکلو میاں گردن تک پھلوں میں دھنس گئے۔

''رک جاؤ خدا کے واسطے رک جاؤ، میری سانس بند ہو جائے گی۔''

ایسا لگا کسی نے کوئی بٹن بند کر دیا ہو۔ پھلوں کی بارش یک دم رک گئی۔

''کھاؤ نا! ہمیں کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں تو ہم بہت پسند ہیں۔''

ٹکلو نے چونک کر دیکھا۔

''اف میرے خدا! یہ پھل تو باتیں کر رہے ہیں۔''

وحی کے نور کے بغیر عقل گمراہ ہے

اعلانِ داخلہ

یکم مئی سے داخلے شروع ہیں

ALBERUNI

البیرونی ایجوکیشن سسٹم

چوتھی تا نویں جماعت میں داخلے جاری ہیں

ماڈل اسکول و کالج

اگر آپ چاہتے ہیں کہ

آپ کا بچہ تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین تربیت بھی حاصل کرے

اگر آپ بہترین عصری تعلیم دینی ماحول میں دینا چاہتے ہیں

اگر آپ اپنے بچے کو فن تحریر و تقریر میں مہارت حاصل کروانا چاہتے ہیں

اگر آپ اپنے بچے کو تعلیم کے ساتھ ہنر مند بنانا چاہتے ہیں

تو آئیے البیرونی ایجوکیشن سسٹم آپ کے بچے کو مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کا بہترین موقع فراہم کر رہا ہے

شرائط داخلہ

تحریری امتحان

انٹرویو

امتیازی خصوصیات

ماہر و قابل اساتذہ ◦ جدید کمپیوٹر لیب ◦ کشادہ کلاسیں ◦ سوئمنگ پول ◦ جدید لائبریری

اسکالرشپ پروگرام ◦ ویل ایکوپیڈ سائنس لیبارٹری ◦ شارٹ کمپیوٹر ٹیکنیکل کورسز

AlBeruniEducationSystem

@AlBeruniEduSys

+92 318 3249 631

پلاٹ 1 فیز 1 سیکٹر 4 ملا جیون روڈ احسن آباد کراچی

”میں اتنے پھل ایک ساتھ نہیں کھا سکتا۔“ ٹکلو نے روتے ہوئے کہا۔

”کھائے جائیں نہ جائیں، تم تو اپنے بہن بھائیوں سے ہمیں چھین لیتے ہو۔“ تربوز نے بھاری آواز میں کہا۔

”ہمارا دل نہیں چاہتا تمھارے گھر جائیں۔ تم اپنے گھر والوں کا دل ہماری وجہ سے دُکھاتے ہو۔“ انگور کے بہت سارے دانوں نے اسے آنکھیں دکھیں۔

”تمھارے ہر وقت کے جھگڑے سے ہماری برکت ختم ہو جاتی ہے۔“ مالٹے نے کہا۔

”جو بچے دوسروں کا خیال کر کے کھاتے ہیں انھی کو پھل سے اصل مزہ، صحت اور برکت ملتی ہے۔“ آم نے میٹھے لہجے میں کہا۔

”ارے چھوڑو آم بھیا! یہ تو تمھیں کھانے سے پہلے نہ بسم اللہ پڑھتا ہے اور نہ کھا کر اللہ کا شکر کرتا ہے۔“ ناشپاتی نے خفگی سے کہا۔

”کھانے سے پہلے رونا، کھانے کے بعد رونا۔“ فالسے نے کہا۔

”دوسروں کا حق بھی کھا لیتا ہے۔“ چیکو بولا۔

”بس، بس! مجھے معاف کر دو...... مجھے گھر جانا ہے۔“

”معافی اپنے گھر والوں سے مانگنا میاں!“ خربوزے نے کہا۔

”اور اگر آئندہ تم نے کسی پھل پر جھگڑا کیا تو ہم پھلوں کی بارش تمھارے سر سے اوپر تک کر دیں گے۔“ ننھی چیری کا منہ سرخ انگارہ ہو گیا تھا۔

ٹکلو میاں پھلوں کی عدالت میں پہلے مجرم تھے، اس سے پہلے کہ پھل کچھ اور کہتے، وہ بے ہوش ہو گئے۔

☆......☆

”پیارے بھائی! آنکھیں کھولو، میں تمھارے لیے اپنے حصے کے فالسوں سے شربت بنا کر لائی ہوں۔“ سارہ کی آواز آئی۔

”ارے بھرے باغ میں میرے بچے کو چھوڑ دیا، بھوت پریت کا سایہ ہو گیا۔“ دادی بولیں۔

”اتنے سارے پھل دیکھ کر خوشی سے بے ہوش ہو گیا ہو گا دادی!“ ٹنڈو نے مذاق اڑایا۔

ٹکلو میاں نے آنکھیں کھولیں تو سب گھر والے اُن کے آس پاس تھے۔

”مجھے کیا پتا، میں جب واپس آیا تو یہ پھلوں کے ٹوکروں کے پاس سویا ہوا تھا۔“ گنجو صاحب نے فکر مندی سے کہا۔

”مجھے معاف کر دیں آپ سب، خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں۔ سارہ! یہ جوس تم پی لو...... مجھے اور گناہ گار نہ کرو۔“

ٹکلو نے آہستہ سے کہا اور بے آواز رونے لگا۔

سب ٹکلو کی تبدیلی پر حیران رہ گئے۔

☆......☆

اور اب ٹکلو نہ صرف پھل بلکہ ہر چیز سب کو چکھا کر کھاتا ہے۔ اسے پتا چل گیا ہے کہ دینے سے برکت ہوتی ہے اور اسے دینے میں بہت سکون ملتا ہے۔ اس کے علاوہ اب ٹکلو ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر ہر چیز کھاتا ہے اور خوب اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہے اور آپ......؟

☆☆☆

آپ کتنے پانی میں ہیں؟ ۲۰

درج ذیل سوالات کے جوابات سوچیے، پھر انھیں ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ لیں۔ اگلے ہفتے کے شمارے میں جوابات شائع ہوں گے تو اس سے اپنے جوابات ملا لیجیے۔

آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں......!

(۱) اسلامی ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک کون ہے؟

(۲) حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کس قوم کو سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کی؟

(۳) قرآن پاک میں ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۔

(مفہوم: آسمان کو ہم نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم اسے وسعت دے (پھیلا) رہے ہیں۔) اس آیتِ کریمہ میں کس حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے؟

(۴) کس درخت کی چھال کو بطور مصالحہ استعمال کیا جاتا ہے؟

(۵) پاکستان کا قومی درخت کون سا ہے؟

☆☆☆

آئیے دین سیکھیے!

سوال: ہمارے ہاں لوگ کہتے ہیں کہ عین مغرب کے وقت یا پھر اس سے کچھ پہلے گھروں میں چراغ یا لائٹ روشن کرنا چاہیے، ورنہ گھروں میں شیاطین اور جنات قابض ہو جاتے ہیں۔ مغرب کے وقت روشنی نہ کرنے کو شریعت کے خلاف بھی بتایا جاتا ہے، تو برائے کرم رہنمائی فرمایئے کیا یہ ضروری ہے؟

جواب: احادیثِ مبارکہ میں یہ ضرور مذکور ہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد زمین میں جنات پھیل جاتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بچوں کو گھروں میں روکنے کا حکم بھی فرمایا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس جگہ اندھیرا ہو وہاں جنات قابض ہو جاتے ہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے گھروں میں مستقل چراغ یا روشنی کا انتظام نہیں تھا، اس لیے کئی کئی دن چراغ نہیں جلتا تھا۔

(استفادہ: دار الافتا: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

☆☆☆

غلام حسین میمن

میں ایک لائبریری ہوں

میں لائبریری ہوں......!

آپ مجھے ہر بڑے شہر کے اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں پائیں گے۔ اس کے علاوہ میں میونسپل کارپوریشن/ بلدیہ کے ماتحت مختلف محلوں میں جبکہ صوبائی اور وفاقی حکومتوں کے تحت بھی کئی علاقوں میں موجود ہوتی ہوں۔

کئی لوگ مجھے کتابیں اور رسائل کرائے پر دینے کے لیے مختلف گلیوں اور شاہ راہوں پر بھی قائم کر لیتے ہیں۔ وہ پڑھنے والے قاری سے روزانہ کے حساب سے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ ایسی لائبریریوں کو 'آنہ لائبریری' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان لائبریریوں کا وجود اب گھٹتا جا رہا ہے۔

میرے پاس علم کا خزانہ ہے اور میری شدید خواہش ہے کہ آپ میرے پاس آئیں اور اپنے علم کی پیاس بجھائیں، مگر آپ میرے پاس بہت کم آتے ہیں۔ جب آپ کو کلاس میں کوئی علمی مسئلہ ہو یا سوال سمجھ میں نہ آئے تو اس طرح کا علمی مواد میرے پاس ہی مل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکول یا کالج میں کسی ہم نصابی سرگرمی میں حصہ لینے کے دوران مباحثہ، تقریر یا معلومات عامہ کے لیے میرے پاس عمدہ اور معیاری کتابوں کا خزانہ موجود ہے۔ شرط صرف آپ کا آنا ہے، پھر میں آپ کو تاریخ، سائنس اور جغرافیہ کی ایسی دنیا میں لے جاؤں گی، جہاں معلومات اور حیرت انگیز واقعات آپ کے منتظر ہوں گے۔

میرے اس آنے کے لیے کسی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ بلا جھجک آیئے اور اخبارات، رسائل، کتابیں، انسائیکلوپیڈیا (قاموس العلوم) انگریزی یا اردو، فارسی، عربی، ہندی و دیگر زبانوں کی لغت (Dictioneries) پڑھیے اور اپنے علم میں اضافہ کیجیے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ جس دور میں ہم رہ رہے ہیں وہ ادب کا اور سائنسی علوم کا دور ہے۔ ادب اور سائنس کا ہماری زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اب میں آپ کو اپنے پاس آنے اور فائدہ اٹھانے کا طریقہ بھی بتا دوں

جب آپ میرے پاس آئیں گے تو آپ کو دروازے پر کوئی نگران ملے گا۔ طلب کرنے پر اسے اپنا اسکول، کالج یا ممبر شپ کارڈ ضرور دکھائیں۔ لائبریری کے اندر داخل ہوتے ہی آپ کو کسی دیوار کے پاس 'کیٹلاگ کیبنٹ' نظر آئے گا۔ کیٹلاگ اس کارڈ کو کہتے ہیں جس پر کسی کتاب سے متعلق معلومات درج ہوتی ہیں مثلاً مصنف کا نام، کتاب کا عنوان، شائع ہونے کا سن اور جگہ، پبلشرز کا نام وغیرہ۔

کیبنٹ (Cabinet) مختلف خانوں پر مشتمل الماری ہوتی ہے۔ اس میں موضوع وار (Subject wise) کیٹلاگ کارڈ مختلف خانوں میں رکھے ہوتے ہیں۔ آپ کو اسی کیٹلاگ کیبنٹ سے اپنی پسند کی کتاب کا نام اور نمبر وغیرہ تلاش کرنا ہوگا۔ بہت سی لائبریری میں اب کتابوں کی فہرست کا کام کمپیوٹر پر منتقل ہو چکا ہے وہاں اب کیٹلاگ بھی کمپیوٹر کی اسکرین میں موجود ہوتا ہے۔

آپ کو جو کتاب پڑھنے کے لیے لینی ہو، اس کی تفصیل مثلاً مصنف یا مرتب کرنے والے کا نام اور کتاب کا عنوان لکھیں اور اس کے ساتھ ہی کتاب کا شناخت نمبر (Call Number) بھی دیے گئے کالم میں لکھیں۔ یہ تمام تر تفصیل آپ کو لائبریری کی جانب سے فراہم کی جانے والی سلپ پر لکھنا ہوگی۔ اس سلپ کے دوسرے حصے میں آپ کو اپنا نام، ولدیت و دیگر تفصیلات بھی دینا ہوں گی۔ پھر یہ سلپ لائبریری نگران کے حوالے کر دیں۔ آپ کو جلد ہی اپنی مطلب کی کتاب مل جائے گی۔

آپ اس کتاب کو لائبریری میں بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ جاتے وقت کتاب نگران کو واپس دے دیں۔ کچھ لائبریری سے کتابیں ممبران کو گھر لے جانے کی بھی اجازت ہوتی ہے۔ اس کا طریق کار بھی آپ کو میرے پاس آ کر ہی پتا چلے گا۔

آپ میرے پاس آ کر اخبارات اور اپنے پسندیدہ رسالے بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان کے علیحدہ میزیں بھی ہیں۔ بعض لائبریری میں اخبارات اور رسائل کے لیے الگ کمرے بھی ہوتے ہیں۔

کراچی میں لیاقت نیشنل لائبریری اور ہمدرد لائبریری میں نونہالوں کے لیے بھی الگ شعبہ قائم ہے۔ یہ الگ شعبے ہر لائبریری میں ہوتے ہیں۔ حیدرآباد کی شمس العلماء داؤد پوتہ لائبریری ہو یا حسرت موہانی سینٹرل لائبریری، بچوں کے لیے دلچسپ علمی مواد لیے الگ شعبہ موجود ہے۔ لاہور شہر میں پنجاب پبلک لائبریری سمیت کئی کتب خانے علمی پیاس بجھانے میں مصروف ہیں۔ سکھر کی میر معصوم شاہ میونسپل لائبریری، شکارپور کی بیدل لائبریری، لاڑکانہ کی شاہ نواز لائبریری سمیت ملک کے تقریباً ہر چھوٹے بڑے شہر میں کتب خانے موجود ہیں۔

اگر آپ کراچی میں رہتے ہیں یا کبھی کراچی آئیں تو مجھے مدینۃ الحکمۃ میں 'بیت الحکمت' کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں۔ بیت الحکمت کو حکیم محمد سعید نے قائم کیا تھا۔ یہ ادارہ اخبارات، رسائل اور کتب کے حوالے سے ایک منفرد لائبریری ہے۔ یہاں ملکی اور غیر ملکی کئی رسائل آتے ہیں اور کتابوں میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

جب آپ میرے پاس سے ہو کر باہر جائیں گے تو بہت ہشاش بشاش ہوں گے اور کیوں نہ ہوں، علم کی دولت پا کر تو ہر کوئی خوشی ہی محسوس کرتا ہے۔ ☆☆☆

جوابات ۱۹

آپ کتنے پانی میں ہیں؟

درج ذیل سوالات کے جوابات سوچیے، پھر انھیں ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ لیں۔ اگلے ہفتے کے شمارے میں جوابات شائع ہوں گے تو اس سے اپنے جوابات ملا لیجیے۔

آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں......!

(۱) استلام۔ (۲) ابولہب۔ (۳) نہر زبیدہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں آپ کی اہلیہ زبیدہ کے حکم پر دریائے دجلہ سے مکہ مکرمہ کے لیے نکالی گئی۔

(۴) جنوبی نصف کرے میں دسمبر اور جنوری گرمیوں کے مہینے ہوتے ہیں۔ مثلاً برازیل اور آسٹریلیا میں!

(۵) عالمی خطِ تاریخ (انٹرنیشنل ڈیٹ لائن) ایک ایسے فرضی خط یا لکیر کو کہتے ہیں، جو سطح زمین پر شمال سے جنوب تک نصف النہار اولیٰ کے مخالف جانب بحرالکاہل سے گزرتی ہے۔ ایک ہی وقت میں اس کے دونوں طرف دو مختلف تاریخیں ہوتی ہیں۔ اسی کے مطابق دنیا میں وقت کا تعین کیا جاتا ہے۔

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

روم و ایران کی اس لڑائی میں مسلمانوں کی ہمدردیاں روم کے ساتھ اور کفارِ مکہ کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں۔ اصولی اعتبار سے مجوسیوں کا مذہب مشرکین مکہ کے مذہب سے ملتا جلتا تھا، کیونکہ وہ بھی منکرِ توحید تھے، دو خداؤں کو مانتے اور آتش پرستی کرتے تھے۔ ان کے مقابلے میں مسیحی خواہ کتنے بھی مبتلائے شرک تھے لیکن وہ اہلِ کتاب تھے، توحید کو اصل دین مانتے تھے۔ وحی و رسالت اور آخرت کو مانتے تھے۔ اس دینی مشابہت کی وجہ سے مسلمانوں کو ان سے ہمدردی تھی۔ ویسے بھی ایک نبی کی آمد سے پہلے جو لوگ سابق نبی کو مانتے ہوں وہ اصولاً مسلمان ہی سمجھے جائیں گے جب تک وہ نئے نبی کی دعوت کا انکار نہ کر دیں۔ ابھی بعثتِ نبوی کو پانچ چھے سال ہوئے تھے اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت مکہ کر مہ سے باہر نہیں پہنچی تھی۔ تیسری وجہ یہ بھی کہ آغازِ اسلام میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائیت کا برتاؤ ہمدردانہ تھا۔ مسیحی قبولِ اسلام بھی کر رہے تھے اور حبشہ میں انھیں پناہ بھی دے رہے تھے اور اس وجہ سے قریشِ مکہ کو عیسائیوں سے نفرت تھی۔

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے آسانی سے حبشہ پہنچ جانے اور پھر قریشِ مکہ کی سفارتی کوشش کی ناکامی نے مشرکینِ قریش خصوصاً ابوالحکم عمرو بن ہشام کو بہت زیادہ برافروختہ کر دیا تھا۔ ابوالحکم کا بس چلتا تو وہ ایک ایک مسلمان کو اذیت کے شکنجے میں کس دیتا۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق وہ جا بجا ٹکریں مارتا پھر رہا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقابلہ کرتے کرتے اب چھے سال ہونے کو آ رہے تھے۔

حق کی تقویت:

صفا کی پہاڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے ابوالحکم کو پیغمبرِ اسلام نظر آ گئے۔ بغض و عناد کا لاوا جو اس کے سینے میں سلگ رہا تھا، گالم گلوچ اور طعن و تشنیع کی صورت میں زبان سے اُبلنے لگا۔ حلم و وقار کے پیکر پیغمبرِ اسلام نے اس کی بے ہودہ گوئی کو ایک لمحے کے لیے بھی قابلِ توجہ نہ سمجھا۔ آپ کی اس بے اعتنائی پر ابوالحکم کا پارہ اور چڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ ایک پتھر لگا، اس نے وہی پیغمبرِ اسلام کے سر پر دے مارا جس سے ایسی چوٹ آئی کہ خون بہہ نکلا لیکن پیکرِ تسلیم و رضا کی مبارک زبان سے اُف تک کی آواز نہ نکلی۔ دل کا غبار نکال کر ابوالحکم اتراتا ہوا اپنے ساتھیوں کی اس محفل میں جا بیٹھا جو صحنِ حرم میں اس کے قبیلے والوں نے منعقد کی ہوئی تھی۔

قریشی بزرگ سردار عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز اپنے مکان میں بیٹھی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے گھر چلے گئے تو ان کے چچا حمزہ کا اِدھر سے گزر ہوا۔ وہ گلے میں کمان لٹکائے شکار سے واپس آ رہے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے، قریش کی مجلسوں سے گزرتے اور دعا سلام کے لیے کچھ دیر رکتے۔

جب وہ عبداللہ بن جدعان کے گھر کے سامنے سے گزرنے لگے تو اس کی کنیز ان کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور حمزہ سے کہنے لگی:

"اے ابوعمارہ! کاش تم وہ بدسلوکی دیکھتے جس کا مظاہرہ ابھی ابھی ابوالحکم نے تمھارے بھتیجے کے ساتھ کیا ہے۔ وہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے، ابوالحکم نے انھیں جسمانی تکلیف بھی دی اور گالیاں بھی، اور نہایت ناگوار باتیں کیں، مگر وہ چلا گیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ نہ بولے۔"

یہ سن کر حمزہ آگ بگولا ہو گئے۔ انھوں نے اگرچہ ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن انھیں اپنے نیک نہاد بھتیجے سے بہت محبت تھی۔ وہ اپنے بھتیجے سے ویسے بھی صرف دو تین سال ہی بڑے تھے۔ دونوں نے ایک ہی کنیز ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ یوں دونوں رضاعی بھائی بھی تھے۔ ہم عمری کی وجہ سے بچپن، لڑکپن میں چچا بھتیجا ہم جولی رہے تھے۔ حمزہ بن عبدالمطلب کا ذوق طبیعت سپاہ گری، پہلوانی اور شکار گیری کی طرف تھا، لہٰذا ان معاملات پر انھوں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔

"ایک بزدل کی یہ جرأت کہ وہ میرے بھتیجے پر ہاتھ ڈالے۔"

وہ ایک لمحے کے بغیر تیزی سے صحنِ حرم میں داخل ہوئے اور بنو مخزوم کی مجلس میں ابوجہل کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور اسے للکارا:

"او سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالی دے۔ لو میں بھی اس کے دین پر ہوں، تمھیں جو کچھ کرنا ہے میرے ساتھ کر کے دیکھو اگر ہمت ہے اور ہاں علی دینہ۔"

اس کے ساتھ ہی اس کے سر پر زور سے کمان دے ماری۔

اسے گہرا زخم آیا۔ خاندان بنو مخزوم کے لوگ اپنے سردار کی رسوائی پر سیخ پا ہو گئے اور ابوجہل کی حمایت میں حمزہ کی طرف لپکے۔

ابوجہل مگر بڑا شاطر آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حمزہ جیسے شیر دل کا مقابلہ ان لونڈیوں کے بس کی بات نہیں اور مزید فساد بڑھ جائے گا۔ اس نے اپنے خاندان

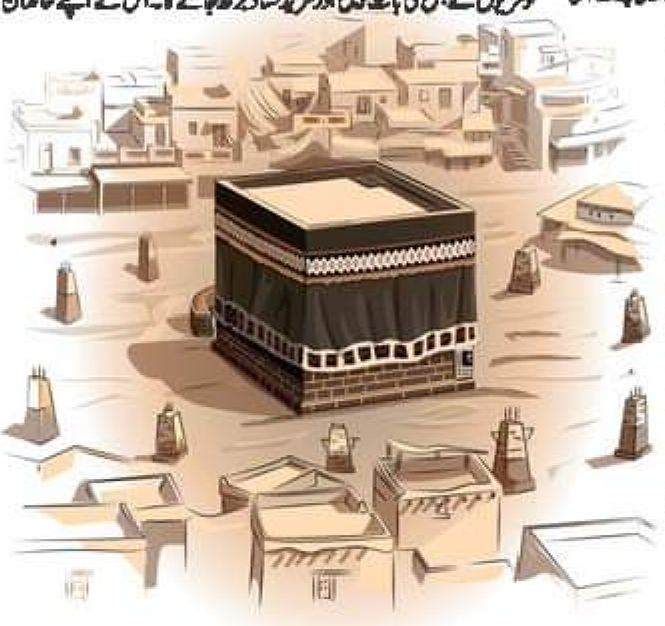

والوں سے کہا: "ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو۔ اللہ کی قسم! میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو بہت برا بھلا کہا ہے۔"

اب حمزہ بن عبدالمطلب سیدھے اپنے بھتیجے محمد کے پاس گئے اور کہا:

"بھتیجے! میں نے ابوجہل سے تمھارا بدلہ لے لیا ہے، اب تو خوش ہونا؟"

"چچا! میں ایسی باتوں سے خوش ہونے والا نہیں ہوں۔ ہاں آپ مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

خاندانی عصبیت کے جوش میں حضرت حمزہ نے بھتیجے کا انتقام بھی لے لیا اور بھتیجے کے دین پر ہونے کا اعلان بھی کر بیٹھے لیکن انھیں یہ پشیمانی ہوئی کہ فرطِ غضب میں اتنے دور چلے گئے کہ آباء و اجداد کے عقیدے کو چھوڑنے کا اعلان کر بیٹھے۔ رات بڑے قلق و اضطراب میں کٹی۔ شک اور تردد کے باعث ساری رات سو نہ سکے۔ صبح خانہ کعبہ میں گڑ گڑا کر دعا کی: "یا اللہ! میرا سینہ کھول دے اور شک اور تردد کو زائل فرما دے۔"

پھر اپنے بھتیجے کے پاس پہنچے اور کہا:

"اے میرے بھتیجے! میں ایسی مشکل میں گرفتار ہو گیا ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا، اور ایسی بات پر میرا قائم رہنا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ وہ ہدایت ہے یا گمراہی؟"

یہ سن کر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے دلنشین انداز میں اسلام کی صداقت و حقانیت کو آشکارا کیا کہ حمزہ کے دل کا غبار چھٹ گیا اور انھوں نے کہا:

"اشھد انک لصادق" میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ سچے ہیں۔"

(سبل الہدیٰ والرشاد)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام سے عالمِ کفر میں کھلبلی مچ گئی۔

(جاری ہے)

دو باتوں کا خیال

بشریٰ لطیف۔ راولپنڈی

اللہ رب العزت نے آپ کو اگر ایک اچھے ذہن کا مالک بنایا ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، آپ کے اندر فیصلہ کرنے کی قوت بھیجی، آپ دوسروں کے مقابلے میں مثبت بھی سوچتے ہیں، آپ حق و ناحق میں دوسروں سے زیادہ تمیز بھی کر سکتے ہیں تو دو باتوں کا خیال رکھیں۔

ایک تو یہ کہ آپ کی اس خداداد صلاحیت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دوسروں سے ان کی سطح پر آ کر مت الجھیں۔

دوسرے یہ کہ دوسروں کی عقل کے پیمانے پر اپنے معیار کو سامنے نہ رکھیں، بلکہ اُن کی استعداد کو دیکھ کر ان سے بات کریں اور معاملات طے کیا کریں۔

۱۹۶۵ء کی بات ہے، پاک بھارت جنگ چل رہی تھی۔ اُس دور میں زیادہ تر سفر ریل سے کیا جاتا تھا۔ ایک ہائی کورٹ کے جج کو اچانک کسی دوسرے شہر جانا پڑ گیا۔ انھیں درجۂ اول میں جگہ نہ ملی تو بوجہ مجبوری درجہ دوم میں بیٹھ گئے۔

درجہ دوم میں مسافر بہت جذباتی انداز میں جنگ کی باتیں کر رہے تھے اور ہر ایک اس بات پر قائل تھا کہ انڈیا کی اِس بار درگت بننے والی ہے۔

کسی نے جج صاحب کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ پڑھے لکھے ہیں، ان سے رائے پوچھتے ہیں۔

جج صاحب نے اپنی طرف سے بڑی دانش مندانہ جواب دیا کہ چونکہ انڈیا ایک طاقتور ملک ہے اس لیے ہم زیادہ دنوں تک اس سے نہیں لڑ سکتے۔

یہ سننا تھا کہ سب مسافروں نے جج صاحب کو انڈین ایجنٹ کہتے ہوئے پھبتی لگا دی اور بڑی مشکل سے جج صاحب کو وہاں سے نکالا گیا۔

بعد میں کسی نے جج صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اِس سفر سے کیا سبق حاصل کیا؟

جج صاحب نے کہا: "صرف ایک بنیادی سبق، وہ یہ کہ فرسٹ کلاس باتیں سیکنڈ کلاس لوگوں سے نہیں کرنی چاہییں۔"

☆☆☆

جن و اِنس سب مطیع

محمد اشرف۔ حاصل پور

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ایک حکایت مولانا گنگوہی رحمہا اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہارن پور میں ایک مکان تھا۔ اس میں جنات کا اثر تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے وہ مکان چھوڑ دیا تھا۔ اتفاق سے حاجی صاحب کلیر سے واپس ہوئے سہارن پور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرا دیا کہ شاید حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے۔ رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کیسے آ گیا، حالانکہ کنڈی لگی ہوئی ہے، پھر یہ کیسے آیا اور اندر کوئی تھا نہیں۔

حضرت نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

اس نے کہا: "حضرت! میں وہ ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان چھوڑ دیا گیا ہے یعنی جن ہوں۔ میں ایک لمبی مدت سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا، اللہ نے آج میری تمنا پوری کی۔"

حضرت نے فرمایا:

"ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو، توبہ کرو۔"

حضرت نے اسے توبہ کروائی، پھر فرمایا: "دیکھو سامنے حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف رکھتے ہیں، ان سے بھی ملاقات کر لو۔"

اس نے کہا کہ "نہیں حضرت، ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ وہ بڑے صاحبِ جلال ہیں اُن سے ڈر لگتا ہے۔"

صاحبو! اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری وہ چیز ہے کہ جن و انس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔

(حوالہ: ذکر الموت، دعوتِ عبدیت)

☆☆☆

آمنے سامنے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

☆ مدیر چاچو! بچوں کا اسلام کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے اور جتنا ہمیں رسالے سے فائدہ ہو رہا ہے وہ ہم لفظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ دستک اور آمنے سامنے کے بغیر رسالہ ادھورا لگتا ہے، ان کا ناغہ ہمیں اچھا نہیں لگتا۔ ''بیڑیاں'' کہانی پڑھ کر ہمیں رونا آ گیا۔ یہ کہانی رسالے کی جان تھی۔ ''قید تقدیر'' کہانی کے کیا کہنے۔ جب ہم رسالہ پڑھ لیتے ہیں پھر اپنی خالہ اور پھپھو کو پڑھنے کے لیے دیتے ہیں۔ اس کہانی کی سب نے بہت زیادہ تعریف کی۔

(ثانیہ بنت محمد احمد، حورعینا بنت محمد الیاس۔ نقل نجیب، کبیر والا، ضلع خانیوال)

ج: محترمہ مدیر فصت سعدی کی ایک اور بہت پیاری کہانی اگلے شمارے میں ملاحظہ کیجیے گا۔

☆ فضل چشتی صاحب کی تحریر 'چاند اور ہم' سے سائنسی و اسلامی معلومات حاصل ہوئیں۔ لیاقت علی کا ''ماڈرن بکرا'' کچھ زیادہ ہی ماڈرن نکلا۔ میری عمر بارہ سال ہے، میں کیسا لکھتی ہوں، بتایئے گا ضرور۔ (بنت عمر۔ فیصل آباد)

ج: بہت اچھا۔ ماشاء اللہ!

☆ گھر میں ابو جان (مرحوم) کے چھوٹے سے موبائل پر علماء کی تقاریر و بیانات سنتے تھے۔ اس لیے بچپن ہی سے مجھے شوق ہوا کہ میں بھی حافظ عالم بنوں گا، امیر عزیمت اور جرنیل اسلام کی طرح میں بھی عظیم مجاہد بنوں گا۔ پھر ابو جان کی جدائی کے غم کے ساتھ بڑی بڑی ذمے داریوں کا بوجھ سر پر آ پڑا۔ پھر بھی میں نے کوشش کی کہ کسی طرح دینی علم حاصل کروں۔ اس سلسلے میں ابو جان کے ایک دوست نے مدد کی اور انہی کی وجہ سے میری بچوں کا اسلام سے وابستگی بھی ہوئی اور میں لکھنے لکھانے کے قابل بنا۔ میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے پڑھنے گیا تو ابھی ناظرہ قرآن اور آدھا پارہ ہی حفظ ہوا تھا کہ گھر میں سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے مجبوراً مجھے ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے واپس مدرسے سے گھر آنا پڑا۔ اب والدہ اور ہم سب بڑی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ اسکول کی تعلیم بھی چھوٹ گئی۔ اب تو مزدوری ہی کرنی ہے۔ دونوں رسالے مجھے بے حد محبوب ہیں لیکن اب وہ بھی نہیں لے سکتا۔ مدیر چاچو! آپ سے بھی اس لیے ملازمت کا پوچھا تھا کہ شاید قسمت جاگ جائے اور میرا جو شوق ہے وہ پیشہ بن جائے اور گھر کی ذمے داری نبھتی رہے۔ چار چھوٹے بھائی اور ایک بہن کی ذمے داری سر پر ہے۔ مدیر چاچو! اگر آپ کسی سے کہہ کر ملازمت دلوا دیں تو اللہ میاں آپ کو اس کا بڑا اجر دے گا۔ نیز مجھے دونوں رسائل بھی اعزازی جاری کر دیں۔ پہلے ہماری تحصیل تونسہ شریف اور ضلع ڈیرہ غازی خان تھا۔ اب تونسہ شریف ضلع بن گیا ہے اور ''وہوا'' تحصیل بن گئی ہے۔ میرا پتا یہ ہے:

محمد سفیان اکرم گورمانی۔ ڈاک خانہ بستی قیصرانی تحصیل وہوا ضلع تونسہ شریف۔

ج: آپ نے فون نمبر نہیں لکھا۔ براہ کرم دفتر فون کر کے اپنا موبائل نمبر بھی لکھوا دیجیے تاکہ رسائل جاری کر سکیں۔ قارئین میں سے وہ حضرات جو اس پتے کے قریب رہتے ہوں اور ان کے یا ان کے جاننے والے کے پاس کوئی اچھی ملازمت ہو تو محمد سفیان اکرم کے لیے کوشش کر لیں۔ اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر دے، آمین!

☆ شمارہ نمبر ۱۰۹۰ کی دستک میں مدیر محترم ''تصوراتی سفر'' کراتے نظر آئے۔ کاش کہ یہ سفر حقیقت میں بدل جائے! ایک لکیر ایک سبق میں بہترین سبق دیا گیا۔ حرمے دار سیر میں مصنف نے اپنی سیر کو کہانی کے انداز میں خوب ڈھالا۔ 'بچوں کا جن' مختصر مزاحیہ تحریر رہی۔ مظلوم معمار تاریخ اسلام کے واقعات میں سے ایک سبق آموز واقعہ رہا۔ 'جگت باز مزاح' کا دلچسپ شاہکار رہی۔ یہ تحریر ننھے بچوں کو ضرور پڑھنی چاہیے۔ جب بھی کوئی سفرنامہ حجاز پڑھنے کو ملتا ہے تو وہاں حاضر ہونے کی کسک اور بڑھ جاتی ہے۔ 'ان کے کوچے میں' بہترین سفرنامہ ہے۔ جدید شہروں کا بانی مسلمانوں کی درخشاں تاریخ کے ایک اہم باب کا تذکرہ رہا۔

(محمد دانیال حسن چغتائی کہروڑ پکا ضلع لودھراں)

ج: اس سفر کو حقیقت تو اللہ میاں ہی بنا سکتے ہیں، اس کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

☆ پہلے خط کی اشاعت پر دل سے آپ کا بہت شکریہ۔ 'میر حجاز' بہت پسند ہے اور کتابی صورت میں شائع ہونے کا انتظار ہے۔ پلیز 'دستک' اور آمنے سامنے میں ناغہ نہ کیا کریں۔ باقی کہانیاں بھی بہت پسند ہیں۔ ایک سوال پوچھنا تھا کیا میری پھپھو مہرین شہزادی کی کہانی 'شہادت کی موت' شائع ہوئی تھی؟ کیونکہ ان کی تحریر بھیجنے کے بعد ان کی شادی ہو گئی اور پھر ہم میں سے کسی نے نہ دیکھا؟ (عاتکہ وسیم۔ ٹیکسلا)

ج: پلیز 'نہیں' براہ کرم' یا 'براہ مہربانی' کہنے کی عادت ڈالیے۔ جہاں تک کہانی کی بات ہے تو لکھاری ہی کو یاد نہیں تو سیکڑوں شماروں اور ہزاروں تحریروں میں ہمیں کیسے یاد ہوگا؟

☆ شمارہ ۱۰۶۴ کے سرورق پر 'بونگا مدیر' کے عنوان نے ہمیں تجسس کے سمندر میں غرق کر دیا۔ بھلا کوئی مدیر 'بونگا' بھی ہو سکتا ہے؟ اسے کس نے؟ کب؟ اور کیسے اس مقام تک پہنچایا؟ اور اسی طرح کے سیکڑوں خیالات نے جب ہمارے ذہن کے دروازے پر 'دستک' دی تو ہم نے بھی 'دستک' کی بجائے اس بار براہ راست 'بونگا مدیر' تک رسائی کی۔ تحریر پڑھ کر ہمیں اس مدیر کے بونگے ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ 'مختصر پر اثر' میں محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فکر اہل دھیال پر ثواب بہت پسند آئے۔ 'سموسہ کا کوٹ' بدگمانی سے بچنے کا درس دے رہی تھی۔ 'میر حجاز' میں زندہ درگور کی جانے والی بچی کے احوال پڑھ کر کانپ گئے۔ 'نفسی نفسی' پڑھ کر دیدہ تر سے آنسو ٹپکنے لگے۔ 'بہت بہت شکریہ' بلاشبہ ایک سبق آموز تحریر رہی۔

(حافظ محمد عمر صدیقی۔ کراچی)

ج: کیوں نہیں ہو سکتے مدیر بونگے؟ جب قارئین بونگے ہو سکتے ہیں تو مدیر ان نے کیا قصور کیا ہے؟

☆ میں اور میری امی بچوں کا اسلام بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ یہ خط میں اپنی امی کے کہنے پر بہت امید سے لکھ رہی ہوں۔ جب سے میرے والد کی وفات ہوئی ہے۔ ہمارے اوپر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ گھر میں پریشانی اور بیماری دور ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ امی بہت زیادہ پریشان رہتی ہیں۔ ہمارے لیے دعا کا کہہ دیں۔ (مریم ربانی۔ ملتان)

ج: آپ نے جن کا نمبر طلب کیا ہے، وہ نمبر نہیں ہے۔ خیر وہ بھی دعا ہی تو کرتے، سو ہم اپنے لاکھوں قارئین کو دعا کا کہہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور اہل خانہ کی تمام پریشانیاں دور فرما دے، آمین!

☆ قرآن و حدیث کے بعد دستک پڑھی جو ماشاء اللہ ہمیشہ کی طرح پر اثر تھی۔ پھر ورق گردانی کرتے ہوئے ایک عرصے بعد بچوں کا اسلام کی بیٹھک نظر آئی تو ہم بھی فوراً اس میں جا بیٹھے مگر وہاں پر بیٹھے ہی ایک خبر پر نظر پڑی ہم فوراً اچھل کے دوبارہ کھڑے ہو گئے۔ ارے بھائی خوشی سے۔ اب آپ کہیں گے کہ ایسی بھی کیا خوشی، بھائی ہمیں انعام میں ملنے والی کتابیں اللہ اللہ کر کے شائع ہو گئی ہیں۔ جن کا ہم تقریباً چھے ماہ سے انتظار کر رہے تھے۔ تو بس چاچو! اب ہمیں مزید مت تڑپایئے اور جلدی سے ہمارا انعام بھیج دیں۔ (جویریہ ظہور۔ کبیر والا)

ج: سب کو بھیجا جا چکا ہے۔ یہ خط تو آپ کا پرانا ہے۔ کتابیں ملنے سے براہ کرم مطلع فرمایئے۔ جنھیں انعام والی کتابیں ابھی تک نہیں ملیں، وہ بھی خط لکھ کر بتائیں اور احتیاطاً اپنا مکمل پتا مع فون نمبر ضرور لکھ کر بھیجیں۔

☆ کل بچوں کا اسلام شمارہ ۱۰۲۶ تا ۱۰۵۰ تک کی جلد کروائی۔ اسی طرح خواتین کا اسلام شمارہ ۹۸۶ تا ۱۰۰۵ بشمول الف نمبر جلد کروا کر گھر لایا۔ پرانے شمارہ جات بچوں و خواتین کا

اسلام کی خود کم وبیش دس شماروں کی جلد بنالیتا ہوں۔ بڑے بھائی حافظ محمد عدیل عاصم اور احمد خلیق قریشی صاحب لاہور اکٹھے اسلام آباد الجامعۃ الاسلامیہ العالمیہ (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) پڑھتے رہے۔ ہاسٹل بھی اکٹھے رہائش پذیر تھے۔ احمد صاحب کی تجویز پر بھائی نے بچوں کا اسلام وہاں لگوایا۔ اگرچہ گھر پر بھی آتا تھا۔ گھر میں تو تمام شمارے محفوظ نہ رہ سکے۔ کوئی پڑھنے کے لیے لے جاتا ہے تو ادھر ادھر ہو گئے۔ اسلام آباد میں بھائی جان سات سے آٹھ سال پڑھتے رہے۔ ایم فل، اسلامیات کر کے وہاں سے لوٹے۔ تمام شمارہ جات محفوظ کیے ہوئے تھے گھر لے آئے۔ خرم فاروق ضیاء بھائی کی بچوں کا اسلام کی جلد بندی کے بارے میں پڑھا تو ہم نے بھی اپنا خزانہ دوبارہ تلاش کر کے انھیں مجلد کرنا شروع کر دیا۔ بھائی شاہد فاروق پھلور کی کتاب زندگیوں کے سوداگر۔ بذریعہ ڈاک منگوائی۔ حضرت اشتیاق احمدؒ کے دور میں ہم نے بس چند ہی خط لکھے، ورنہ خاموش قاری رہے۔ بہر حال قلم، کاغذ لے کر اس بار میدان میں ہیں۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ (محمد اقراش عاصم۔ میلی پیر بخش، خوشاب)

ج: ماشاء اللہ جلد بندی کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آگے جو ہم دیکھیں گے، وہ اچھا ہی ہوگا۔ آپ بس ڈٹے رہیے میدان میں۔ ہماری دعائیں اور کاوشیں آپ کے ساتھ ہیں۔

☆ شمارہ ۱۰۷۱ ہمارے سامنے ہے۔ دستک اور قرآن و حدیث کے بعد سرورق کہانی کو کھولا تو لکھاری کا نام دیکھتے ہی نظریں ادب سے جھکی اور بیٹھنے کا انداز بھی مؤدب ہوا۔ جی ہاں باجی جان عامرہ احسان، باجی ریحانہ تبسم فاضلی اور چاچو عبدالرزاق خان کی کہانیوں پر نظر پڑتے ہی ہماری نظریں خود بخود ادب سے جھک جاتی ہیں اور ہزاروں میل دور ہو کر بھی ہم یوں مؤدب ہو کر بیٹھتے ہیں، جیسے پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ سننے کے لیے ان معتبر ہستیوں کے سامنے موجود ہوں۔ کیوی اور شہتوت کا تعارف بھی اچھا لگا اور کالج میں بچوں کا اسلام متعارف ہونے پر بھی بہت خوشی ہوئی۔ (جویریہ ظہور۔ کبیر والا)

ج: جس جو آج تک جو بھی خیر ملی، ادب ہی کی راہ سے ملی۔ بہت اچھی عادت ہے آپ کی۔ اللہ تعالیٰ دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے، آمین!

☆ اس وقعہ ہمارا خط پہلا خط تھا، بہت خوشی ہوئی۔ خط میں ہمارا نام طیبہ کی جگہ طیب شائع ہوا، مگر ہمیں افسوس نہیں ہوا کیونکہ ہمارے بھائی کا نام بھی طیب ہے۔ 'مختصر پر اثر' میں 'عقیدت و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ہم نے بھیجا تھا نا، آپ نے نام ہی نہیں لکھا۔ کسی کو یقین ہی نہیں ہو رہا کہ ہم نے لکھا تھا آپ جواب میں بتا دیجیے گا کہ ہم نے لکھا ہے۔ ویسے بہت خوشی ہوئی۔ آپ بہت اچھے ہیں، ہم جو بھی لکھتے ہیں، آپ شائع کر دیتے ہیں۔ آپ کے لیے دل سے دعا۔ 'اپنی کہانی' بہت اچھی تھی۔ 'اثر کی نثر' بہت اچھی تھی۔ مسکراہٹ کے پھول آج کل نئے طرز کے ہوتے ہیں۔ (طیبہ راؤ۔ علی پور، مظفر گڑھ)

ج: بھتیجی طیبہ راؤ کے گھر والے ملاحظہ کر لیں کہ وہ خط بھی صاحبزادے طیب نے نہیں طیبہ نے لکھا تھا اور مختصر پر اثر والا شذرہ بھی طیبہ ہی نے لکھ کر بھیجا تھا۔

مسکراہٹ کے پھول

انعم سجاد۔ ایبٹ آباد

☆......ایک تاجر اپنے کارندوں کو کچھ اس طرح ڈانٹ رہا تھا۔
''تم لوگوں میں ذرا بھی خوف نہیں ہے، غضب خدا کا اعلیٰ درجے کی سرخ اینٹیں چھوڑ کر تم گھٹیا اینٹیں ملاتے ہو مرچوں میں۔''

☆......اُستاد (شاگرد سے):
''مجھ سے ریاضی کا کوئی سوال پوچھو، حل نہ کیا تو 50 روپے انعام۔''
شاگرد: ''پانی میں ۵ بطخیں جا رہی تھیں، درمیان والی بطخ بولی، میرے پیچھے تین اور میرے آگے ۵ بطخیں ہیں۔ حل کریں سر!''
اُستاد: ''یہ لو ۵۰ روپے اور تم حل کرو۔''
شاگرد: 50 روپے جیب میں ڈال کر بولا:
''سر! درمیان والی بطخ جھوٹ بول رہی تھی۔''

☆......شہری: ''یہ کس چیز کا کھیت ہے؟''
کسان: ''کپاس کا، اس سے کپڑے بنتے ہیں۔''
شہری: ''اس میں شلواریں اور قمیصیں کب اُگیں گی۔''

☆......چور کے گھر میں راشن ختم ہو گیا، بیوی بولی:
''جا کر راشن لے آؤ۔''
اُس نے جھنجھلا کر کہا: ''دکانیں تو بند ہو لینے دو۔''

☆......اُستاد: ''دُنیا میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں، سب برابر ہیں۔''
شاگرد: (حیران ہو کر): ''کیا ہم اور آپ بھی؟''
اُستاد: ''بالکل؟''
شاگرد: ''بس تو پھر آج سے آپ ہمارے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلیں۔''

☆......نیا قیدی: ''تمھارا کوئی رشتے دار تم سے ملنے نہیں آتا۔''
پرانا قیدی: ''کیسے آئیں، سب یہیں تو ہیں۔'' (احمد کمال۔ لاہور)

☆......سائنس ٹیچر: ''سونے کو کھلی ہوا میں رکھا جائے تو کیا ہوگا؟''
شاگرد: ''چوری۔''

☆......اُستاد: ''چیئرمین کسے کہتے ہیں؟''
شاگرد: ''کرسیاں بنانے والے کو۔''

☆......اُستاد: ''خون سفید ہونا کو جملے میں استعمال کرو۔''
شاگرد: ''لسی پینے سے خون سفید ہوتا ہے۔''

☆......باپ: ''نالائق! نپولین جب تمھاری عمر کا تھا تو وہ جرنیل تھا۔''
بیٹا: ''جب وہ آپ کی عمر کا تھا تو بادشاہ تھا۔''

ابوالحسن۔ سینٹرل جیل، کراچی

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

یہ ایک جنگل کا قصہ ہے۔ ویسا ہی جنگل جیسا کہانیوں میں ہوتا ہے۔ بہت وسیع، گھنا، سرسبز وشاداب اور طرح طرح کے پرندوں، درندوں، چرندوں اور حشرات سے بھرا ہوا۔ اس جنگل میں ایک خرگوش کا بچہ ''گاگا'' اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا۔

جنگل میں سبزے اور پانی کی بہتات تھی۔ سبھی کے لیے کھانے پینے کی کوئی کمی نہ تھی۔ یوں زندگی خوش گوار اور پرسکون تھی۔ گاگا دن کا زیادہ تر وقت سو کر گزارتا اور جب جاگتا تو جنگل کے خوب صورت نظارے کرتا۔ ندی کا ٹھنڈا میٹھا پانی پیتا اور مزے دار ہری بھری گھاس کھاتا۔

گاگا کے خاندان کے علاوہ اور بھی بہت سے خرگوش جنگل کے اس حصے میں آباد تھے۔ گاگا کے بہت سے ہم عمر دوست بھی وہیں رہتے۔ ان کے والدین اُن کو تیز سے تیز دوڑانے کی مشق کرواتے۔ تیزی سے دوڑتے ہوئے یک دم دائیں بائیں مڑنا، چھلانگیں لگانا بھی سکھاتے۔

گاگا سوچتا یہ کیسے بدنصیب بچے ہیں۔ سارا دن مشقت کرتے ہیں اور میں کتنے مزے میں ہوں کہ جب دل چاہے سو جاؤں اور جہاں چاہوں گھوموں پھروں۔ زندگی ہو تو ایسی!

گاگا کا سب سے قریبی دوست تھا گلو۔ گلو جب بھی گاگا کو اپنے ساتھ دوڑ لگانے کا کہتا وہ انکار کر دیتا۔ گلو نے بتایا کہ اس کے بابا کہتے ہیں دشمن کے حملے سے بچنے کے لیے پھرتی، ہوشیاری اور حاضر دماغی بہت ضروری ہے۔ گاگا ہنستا اور کہتا:

''کون سا دشمن؟ مجھے تو یہاں کوئی دشمن نظر نہیں آتا۔ یہ بہتا پانی، ٹھنڈی ہوائیں سب بہت مزیدار ہیں۔ زندگی ایک بار ملتی ہے اسے مزے سے گزارنا چاہیے۔ اَن دیکھے دشمنوں کے خوف سے اپنی خوشیوں کو اپنے ہاتھوں ختم کر دینا، سمجھداری نہیں بلکہ نادانی ہے۔''

وقت یوں ہی گزرتا رہا۔ گاگا نے اپنا معمول برقرار رکھا۔ ایک دن گھر سے نکلا اور ٹہلتے ٹہلتے ذرا دور نکل آیا۔ ارد گرد دیکھا کہ اتنے لمبے اور گھنے درخت ہیں کہ سورج کی روشنی درختوں کے بیچ سے کم کم ہی نیچے آتی ہے۔ اس نے درختوں کے بیچ سے جھانکتے سورج کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

اچانک اسے سورج کے سامنے ایک سیاہ دھبا دکھائی دیا۔

وہ دھبا مسلسل بڑا ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تو گاگا کو سمجھ میں ہی نہ آیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اچانک یاد آیا کہ گلو نے بتایا تھا، بڑے بڑے پروں والا ایک پرندہ عقاب، ہمارا دشمن ہے۔ وہ جب بھی نظر آئے تو بھاگ کر گھر کے اندر پہنچ جانا چاہیے۔

عقاب کو پہچانتے ہی گاگا نے تیزی سے گھر کی طرف دوڑ لگائی۔

مگر عقاب کی رفتار اتنی تیز تھی کہ گاگا کو لگا، اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اس نے اپنی رفتار بڑھا دی، پورا زور لگا دیا لیکن ذرا سی دیر میں اس کا سانس پھول گیا۔ اس وقت اسے گلو کی باتیں یاد آئیں اور اندازہ ہوا سستی کتنی خطرناک چیز ہے اور دیگر بچے جو دوڑ بھاگ کرتے تھے وہ کتنی مفید ہے، لیکن وقت گزر جانے کے بعد پچھتانے اور آئندہ کے لیے عزم کرنا، بے کار کام ہے۔ اصل سمجھداری تو وقت پر آئندہ مسائل کے لیے تیاری کرنا ہے۔

اچانک عقاب نے تیزی سے ایک غوطہ لگایا اور گاگا کو اپنے پنجوں میں دبوچ کر فضا میں بلند ہوتا گیا۔ گاگا نے تڑپ کر بہت زور لگایا، لیکن عقاب کے پنجوں کی مضبوط گرفت سے نکل نہ سکا۔

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

☆☆☆

پاکستان کی شہ رگ مقبوضہ کشمیر میں جاری مزاحمت کے ایک زندہ جاوید کردار کی سسپنس، ایڈونچر اور جذبۂ حریت سے لبریز انوکھی داستان

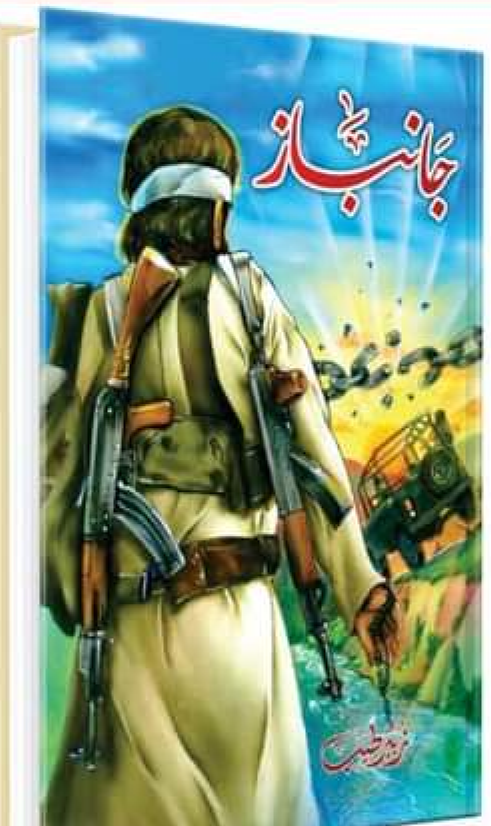

ہم میں سے اکثر نے اپنے بچپن میں ماؤں کی لوریاں اور مزے مزے کی کہانیاں سن رکھی ہیں۔ ان کہانیوں کے درمیان ہم جوان ہو گئے لیکن اس دنیا میں ایک خطہ ایسا ہے جہاں کے بچے آج بھی کہانیوں کے بجائے ظلم وستم کی داستانیں سنتے ہیں۔ وہ انھی حقیقی کہانیوں کے بیچ بڑے ہو جاتے ہیں۔ اس خطہ ارضی کو ''مقبوضہ جموں کشمیر'' کہا جاتا ہے۔ یہ داستان بھی ایک ایسے کشمیری نوجوان کی ہے جس کو اپنے بچپن میں ہی ایک ایسی تلخ حقیقت سے گزرنا پڑا جس نے اسے ''جانباز'' بنا دیا۔ وہ بارہ سال تک شیر کی طرح گرجا، بادل کی طرح برسا اور بجلی کی طرح کڑکا۔ وہ ایک چھلاوہ تھا جس کی گرد کو کوئی نہ پہنچ سکا۔ اس کہانی میں آپ کو اپنائیت ملے گی، ایثار ملے گا، کشمیر کے ندی نالوں سے دوستی ہو جائے گی، وہاں کے سرسبز پہاڑوں سے آشنائی پیدا ہو جائے گی۔ وہاں کے بہتے جھرنوں سے محبت ہو جائے گی۔ ہاں کہیں آنسو بھی نظر آئیں گے، سختیاں، تکلیفیں اور آزمائشیں بھی ملیں گی۔ جیلیں، ہتھکڑیاں اور خون بھی بہت بہے گا، مگر سرفروشی بھی ملے گی، جذبہ بھی نظر آئے گا اور قربانی۔۔۔ قربانی کی تو جا بجا مثالیں نظر آئیں گی۔ اس درمیان قابض فوجیوں کی چیخیں بھی سنائی دیں گی، ان کی بدحواسیاں دیکھنے کو ملیں گی اور بزدلانہ حرکتوں پر تو آپ بے اختیار مسکرا اٹھیں گے۔ سسپنس، جاسوسی، ایکشن اور ایڈونچر سے بھرپور ایک مکمل ناول جو آپ کو جموں سے لداخ تک اور دہلی سے لے کر دور دراز کے راجستھانی علاقے تک کی مکمل روداد بیان کرے گا!!! ایک ایسا ناول جسے خرید کر آپ کو کبھی مایوسی نہیں ہوگی۔

کل قیمت مع ڈاک خرچ: 1500 روپے، بچوں کا اسلام کے قارئین کے لیے خصوصی رعایت صرف 980 روپے میں گھر بیٹھے حاصل کیجیے۔

ناول گھر بیٹھے منگوانے کا طریقہ: اپنا مکمل نام و پتہ اور رابطہ نمبر دیے گئے نمبر پر بذریعہ میسج یا واٹس ایپ سینڈ کر دیں ناول آپ کو بھجوا دیا جائے گا۔ آپ پوسٹ مین کو 980 روپے دے کر ناول وصول کر لیجیے گا۔

0335-1620824